

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

کلام حسن رتہائی

مرتبہ (ڈاکٹر) ایم۔ این ریاض راولپنڈی

RS. 2/-

نقش ثانی

آج ہم حسن صاحب رہنمائی مرحوم کے کلام کا نقش ثانی پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔ آج سے قریباً دس سال قبل کا وہ ولولہ انگیز جذبہ اب تک میرے سینے کی غددوں میں ایک ناقابل فراموش یاد کی طرح جاگزیں ہے جس نے میری توجہ اس مردِ قلندر کے کلام کی ترتیب کی طرف مبذول کرائی۔ چنانچہ اس وقت اضطرابِ عجلت میں سلسلہ کے اخبارات، ذاتی یادداشتوں اور بعض اربابِ ذوق کی مدد سے جو کچھ فراہم ہو سکا اس کا ایک مختصر مجموعہ "کلام حسن" کے نام سے شائع کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ایک طویل عرصہ زندگی کے دیگر ہنگامہ خیز حالات کی نذر ہو گیا۔ لیکن یہ آرزو ہمیشہ میرے دل میں کروٹیں لیتی رہی کہ کسی طرح کلام حسن کی ترتیب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اس لئے میں حسن صاحب مرحوم کی روح سے نہایت ادب سے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ

گو میں رہا رہیں ستم ہائے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

نقش ثانی میں حسن صاحب مرحوم کا کافی کلام جو مختلف اجاب

تھینک دیو جسکو سبھی اہل سخن کہتے ہیں
زندہ باشی جسے مرغان چمن کہتے ہیں
وہ خطا کوش حنا پوش یہی ہے شاید
عرف عامہ میں جسے لوگ حسن کہتے ہیں

سے دستیاب ہوا ہے شامل کیا گیا ہے جس سے اس کی ضخامت قریباً دو چاند ہو گئی ہے لیکن افسوس ابھی تک اس عظیم شاعر کا بہت سا کلام انہیں نہیں جانتا مگر بعض اصحاب سے میں نے سنا ہے جو حسن صاحب سے اکثر ملا کرتے اور ان کے کلام سے لطف اندوز ہوتے تھے کہ ایک دفعہ حسن صاحب نے فرمایا :-

”جو شخص میرا کلام جمع کرنے کا آرزو مند ہے اسے قریباً چھ ماہ تک میرے طعام و قیام کا بندوبست کرنا ہو گا“

اس میں کس کو کلام ہے کہ حسن صاحب کو اپنے خاص انداز بیان سلاست، روانی، بے ساختگی، ولایتی اور سحرانہ اثر آفرینی کے باعث نہ صرف جماعت میں بلکہ دنیا کے شاعری میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ فطرتی شاعر تھے اور قدرت نے پوری فیاضی کے ساتھ آپ کو وہ تمام صلاحیتیں عطا کی تھیں جو ایک بہترین شاعر کے شامل حال ہونی چاہئیں۔ لیکن افسوس نامساعد حالات کے پیش نظر زمانہ نے ان کو ہمت نہ دی کہ وہ کمال اپنے فطری استعدادوں کو اُجاگر کر پاتے۔ لیکن بہر حال جو کچھ ہمیں سلسلہ کے اخبارات اور رسائل، ذاتی یادداشتوں اور دیگر ذرائع سے دستیاب ہو سکا۔ وہ شاندار نقطہ نظر سے معرکے کے فن پائے ہیں جن سے ان کی شاعری کے حسین خدوخال اور نوک پلک کا تیکھا پن عیاں ہوتا ہے۔

گذشتہ دس پندرہ برس کی شاعری پر ہم اگر ایک طائرانہ نگاہ لائیں

تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ خلوص بیان شائستگی و متانت اور صداقت سے یکسر عاری ہے البتہ اشعار کی متنوع ہیئت ترکیب کا ضرور پتہ چلتا ہے۔ کسی نے پُرانے خیالات کو اپنا کر اس میں رنگینی پیدا کرنے کی کوشش کی تو کسی نے ترقی پسند کہلا کر اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کی ایک نئی راہ نکالی لیکن صداقت بیان اور پاکیزگی موضوع کی مستحکم بنیادوں پر شاعری کا رفیع نشان قمر تعمیر کرنے کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔ جو صرف اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کا طرہ امتیاز ہے یا پھر حضور کی اتباع کے فیض سے آپ کے متبعین کو یہ شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ جناب حسن صاحب رہتاسی کا کلام بھی ان تمام صفات کا حامل ہے اور اس کے مطالعہ سے ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے گویا ہم گلشن احمدیت کی حسین روشنیوں پر چہل قدمی کرتے ہوئے مختلف اور بوقلموں رنگوں سے آراستہ پھولوں سے اپنے مشاہم جاں کو معطر کر رہے ہیں جس سے پڑھنے والے کے ذہن میں ارتعاش پیدا ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سچا عشق اور احمدیت سے حقیقی وابستگی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی رُوح غیر فانی بالیدگی سے ہمکنار ہو کر فرط مسرت سے جھومنے لگتی ہے۔

جناب حسن صاحب رہتاسی چونکہ ایک فطرتی شاعر تھے اور ان کا ہر تارِ نفس لوتج اور نغمہ اور شعریت کے حسین سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اس لئے ان کی نمایاں خصوصیت یہ ہے آپ نے سہل الحصول استعاروں

اور قریب قریب تئیسویں سے کام لیا ہے اور اکثر اشتباہان کیفیات کا مرتق ہیں جو ان پر وارد ہوئیں اور ان جلوؤں کو بے نقاب کیا ہے جو احمریت کے روح پرور ماحول سے متاثر ہو کر ان کے قلب پر وارد ہوئے۔ کوئی نظم رباعی یا قطعہ لے لیجئے۔ اس میں ان کا خاص اسلوب بیان ان کی انفرادیت۔ سلاست و روانی بے ساختگی اور پھر گہری گھمبیر اور عالمگیر سچائی کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔

مجھے اکثر حسن صاحب سے ملنے اور ان سے تازہ کلام سننے یا پوچھ کر کہہ لیجئے کہ ان سے تازہ کلام کہلوانے کا شوق دائمگیر رہتا تھا۔ چنانچہ ایک روز نہ معلوم کس سوچ میں وہ بال بکھیرے خراماں خراماں سر جھکائے شہر کی جانب جا رہے تھے کہ میں نے پیچھے سے جالیا۔ علیک سلیک کے بعد یوں بھی سوال کر دیا۔ حسن صاحب! آپ نے کسی شعر میں اپنا تعارف نہیں کرایا۔ اس وقت آپ نے ابھی اپنا حلیہ نہ لکھا تھا، کوئی ایک منٹ بھی نہ گزرا ہو گا کہ فی البدیہہ کہنے لگے لکھ لو۔

تھینک یو جس کو سبھی اہل سخن کہتے ہیں
زندہ باشی جسے مرعہ ان چمن کہتے ہیں!
وہ خطا کوش، خنایاں کش ہی ہے شاید
عرف عام میں جسے لوگ حسن کہتے ہیں

سچ پوچھئے تو میں سراپا استعجاب ہو کر رہ گیا، اور آپ کے کلام کی پختگی اور اسلوب بیان کی اس ندرت اور برجستگی پر سر دھننے لگا۔ اسی

طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو جہاں انہوں نے اشعار میں باندھا ہے اس کا جواب ہماری جماعت کے تمام شعراء کے کلام میں بھی نہیں مل سکتا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

حصاروں، ریگزاروں، کوہساروں آبشاروں تک

پیادوں، جاں نثاروں، تاجداروں خاکساروں تک

غرض پورب سے پچھم تک ادھر اتر سے تا دکن

”تیری تبلیغ پہونچاؤں گا دنیا کے کناروں تک“

کیا سلاست ہے اور کس عمر کی سے موضوع کی پاکیزگی کو قائم رکھتے ہوئے حسین انداز میں نبھایا ہے۔ ایک اور مقام پر حضور کے ایک الہام کو یوں بیان کیا ہے :-

خدا کی راہ میں دریا صفت بہتے چلے جاؤ

ہر اک رنج دالم جو روجھا بہتے چلے جاؤ

کناروں تک زمیں کے گر نہیں تبلیغ کرنا ہے

”ایس اللہ بکاف عبدہ“ کہتے چلے جاؤ

پھر جہاں حسن صاحب نے احمدیت کے مسائل کو بیان کیا ہے اور مخالفین کو تبلیغی رنگ میں سمجھایا ہے اس سے آپ کے احمدیت سے متعلق ٹھوس علم کا پتہ چلتا ہے ”بند والی نظم کو لے لیجئے۔ میں سمجھتا ہوں جامعیت اور اختصار کے لحاظ سے کوئی دلائل و براہین سے مرتق مضمون جی حسن صاحب کی اس نظم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خصوصاً یہ شعر کتنا دل آویز

ہے کہ

ان سادہ مزاجوں سے کوئی اتنا تو پوچھے

فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند

الغرض حسن رہتاسی کا کلام ان تمام خصوصیات کا بہترین آئینہ دار ہے جو

ایک فطرتی شاعر کا طرہ امتیاز ہوتی ہیں۔ جناب حسن صاحب رہتاسی کے مفصل

سوانح حیات تو زیرِ ترتیب مجموعہ میں ہی چھپ گئے اس جگہ صرف اس قدر بیان

ہی کافی ہے کہ آپ کا پورا نام منشی حسن دین صاحب رہتاسی تھا۔ نام کی مناسبت

سے حسن تخلص کرتے تھے۔ آپ کی عمر قریباً ستر سال تھی۔ آپ صحابی تھے اور موصوفی بھی۔

آپ کے والد کا نام گرامی منشی گلاب دین صاحب جو خود صحابی اور بلند پایہ شاعر تھے چنانچہ

سلسلہ کے اخبارات میں آپ کے کلام کے نقوش اکثر ملتے ہیں۔

ملی بیڑا سے کے بعد آپ جہلم مقیم رہے۔ ربوہ میں اکثر آیا کرتے تھے اور ایک

روز وہ گھر ملی بھی آپہنچی جس سے کسی کو مفر نہیں اور آپ کو محبوب حقیقی کے دربار

حاضر ہونا پڑا۔ چنانچہ یہ سادگی کا پیکر حضرت مسیح موعودؑ کا عاشق اور احدیت کا

فدائی اپنی فقیرانہ حالت میں بمقام لائیکچر ایک مختصر سی علالت کے بعد افسانہ میں

اپنے حقیقی مولا کو جلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمدردی دعا ہے کہ احدیت کا یہ سچا ترجا جواب ہماری نظروں سے اوجھل شہرِ خورشید

کی آداس تنہائیوں میں پڑا سورہا ہے خدا سے احدیت کی اس خدمت کے طفیل جنت کے اعلیٰ

مقام پر فائز کرے آمین۔ بالآخر اربابِ فنا سے درخواست ہے کہ اگر کسی دوست کے پاس ان

مطبوعہ اشعار کے علاوہ کوئی مزید کلام ہو تو ہمیں ارسال فرمادیں تاکہ آئندہ شاعرِ اشدت کو دیا جا سکے

دعا کی التجا کے ساتھ رخصت چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر ایم ایف ریاضی

حسن رہتاسی

خیف و ناتواں لاغیر بدن معلوم ہوتا ہے

اسیرِ پنجہ رنج و محن معلوم ہوتا ہے

کبھی آوارہ گردی اور کبھی صحرانوردی سے

بروزِ تیس۔ غزل کوہ کن معلوم ہوتا ہے

زبانِ حال سے کہتی ہے اس کے تن کی عریانی

کوئی نامدار محتاج کفن معلوم ہوتا ہے

شب تاریک عصیاں میں نہاں ہر چند ہے لیکن

سیاہ کبل کے اندر بھی مگن معلوم ہوتا ہے

اگرچہ تلخ گوئی میں جواب اپنا نہیں رکھتا

مگر اسٹیج پر شیریں سخن معلوم ہوتا ہے

دلوں کے راز سے واقف خدا کی ذات ہے لیکن

زبانوں پر ہے چرچا اہل فن معلوم ہوتا ہے

کوئی ہشیار دیوانہ ہے یا بیمار پر روانہ

بہر صورت عزیزِ انجمن معلوم ہوتا ہے

خدا جانے کہاں تک سچ ہے اکثر لوگ کہتے ہیں

کہ شعر اس کا بہم قند و لبین معلوم ہوتا ہے

زبان مومن و مشرک پہ اتنا ذکر ہے اس کا
 کہ ورو شیخ شہید برہمن معلوم ہوتا ہے
 کوئی ساغر شکن کہتا ہے اور تو بہ شکن کوئی
 یہ سند پارسا ہر دو شکن معلوم ہوتا ہے
 امیر المؤمنین کی مہربانی اور شفقت سے
 عزیز خاطر اہل سخن معلوم ہوتا ہے
 نہ خواہش مند یا رستمن معلوم ہوتا ہے
 نہ مشتاق نگارِ گلبدن معلوم ہوتا ہے
 ہوا خواہ بُت غنچہ دہن معلوم ہوتا ہے
 نہ یہ تشاہد چاہ ذوق معلوم ہوتا ہے
 اگر معلوم ہوتا ہے تو بس اتنا کہ یہ ناداں
 یکے از زمرۃ اہل سخن معلوم ہوتا ہے
 بتوں سے اس کو نفرت ہے کہ ہے محمود کا خادم
 عقیدے اور عمل سے بُت شکن معلوم ہوتا ہے
 زبان پر تو انا الحق ہے مگر دل میں انا الباطل
 جی بھی منصور ہے دار و رس معلوم ہوتا ہے
 کچھ ایسا ہے جس و حرکت کیا ہے اک مصیبت نے
 درون گورِ بیکر ان کفن معلوم ہوتا ہے
 خدا کی شان جو گھر لگلا بستانِ عقادہ بھی
 خزاں کے ہاتھ سے اجڑا چین معلوم ہوتا ہے
 سنی جب ماستانِ علم تو کھتہ رس پکارا مٹے

کلام حسن

حمد الہی

الحمد ہے زیبا تجھے اے صانعِ اکبر
 ممکن ہی نہیں دیکھ کے یقینِ عالم
 دن رات کی ترتیبِ مکمل ہی کو دیکھو
 پھر غور سے سوچو اسی ترتیب کے جمیع
 خورشید و قمر صاف یہ دیتے ہیں گواہی
 ہر ایک کے جلوے کے لئے ساعتِ مخصوص
 اک دوسرے سے صورت و سیرتیں جدا
 صنعت میں تری و فعل اگر غیر کا ہوتا
 یہ تیری ہی قدرت کے کمالات ہیں موقی
 صورت میں جدا ہے تیرے ان باپ کے بچے
 شیرازہِ عالم کوئی دم میں ابھی وا ہو
 جز تیرے کوئی دوسرا معبود نہ پایا
 القہر کہاں تک تیری قدرت کا بیان ہو
 ہر چیز میں ہے صنعتِ کامل تری مضمحل
 صنعت تری محصور ہوا دراک کے اندر
 ہر ایک کی آمد کا ہے اک وقت مقرر
 ہوتے ہیں کم و بیش کبھی دونوں برابر
 کہ رکھا ہے ان کو کسی طاقت نے مسخر
 آسکتا ہے اس سے دم مقدم نہ سوختر
 یہ مشعلِ تاباں ہے وہ قندیلِ منور
 رہ سکتا نہ مخلوق میں تفریق کا جوہر
 ہر شکلِ جدا ہے وہی قالبِ وہی عنصر
 گو ایک پدر ہوتا ہے اور ایک ہی مادر
 گر ہونہ نظام اس کا تیرے ہاتھ کے اندر
 ہر شاہ و گدانا سیہ فرسا میرِ مگر پر
 تا حشر بھی لکھوں تو نہ ہو ختم یہ دفتر

سرور کائنات

جب مانا تری ذات کو لانا فی دیکتا
گو ملک میں ہو شاہ سلیمان سے زیادہ
یا حسن میں ہو یوسف کنعان سے شہ
خوش لمن تو ہو حضرت داؤد سے دچند
پہنچا ہو وراثت میں اسے شہر حیوان
کوڑھی کو بھی چنگا کرے افرصہ کو شفا
اعجاز میں یاں تک ہو کہ سر سے بھی جلا
تم اس کا نہ مانوں تم احمد کے مساوی
ہے سرور بھی بارخ رسالت کا خضر
کیا نام مقدس ہے محمد کہ یکا یک
اے صد بربوت تری تعلیم کے پیچھے
ہے نورے منور ترا دالشمس کی تشریح
ایک ایک نمونہ ترے اعجاز میں کا

مانیں گے نہ ہرگز ترے محبوب کا ہمسر
اور عمر میں ہو نورج پمیر سے معتر
دریدار الہی میں ہو موسیٰ سے فزوں تر
اور حکمت و دانش میں ہو لقمان کے برابر
اور راہ طریقت میں بھی ہو خضر کا راہبر
اور ہریت طائر بھی دکھا دیوے اڑا کر
مصنوعی خداوند کے اک پاؤں کی ٹھوکر
گردنیا کے مڑوں کو کسے زندہ دیکسر
گو اور بھی اس باغ میں ہیں سرور سنو کہ
ہے صل علی صل علی جاری نہاں پر
کتے ہے معقم تو مدینہ ہے منور
واللہ کی تفسیر تری زلفہ معبر
صدیق تھا، فاروقی تھا عثمان تھا حمید

صحیفہ فطرت

کہتے ہیں جسے بادہ خم خانہ قدرت
کا فورسب امراض ہوں پی لینے سے جس کے
وہ جو ہر توحید خداوند ہے قرآن
دیکھو تو ذرا غور سے اب ٹنیاں نہ نہ
قرآن میں جو کچھ تجھے پیغام ملا تھا
تبلیغ کی جو شرط تھی وہ خوب وا کی
توحید کے پیاسوں کے لئے بعد بھی تیرے
جو متبع تیرا ہے وہ کوثر کا ہے ارش
اپنا تو عقیدہ ہے حسن پر ہر اجلاس
کل دنیا کے اقوال ترے قول کے پیچھے
اور قول خداوند ترے قول کے اوپر

یعنی مے عرفاں کا چھلکتا ہوا ساغر
اللہ نے بخشا تجھے توحید کا جو ہر
سب کتب سماوی کا ہوا خاتمہ جس پر
توریت نہ انجیل نہ ہی دیدہ شستر
تو نے اسی پیغام کو پہنچا دیا گھر گھر
اور چھوڑ دیا کام کو آئندہ خدا پر
جاری ہے ابد تک تے فیضان کا کوثر
اور ترے مخالف کو خدا کہتا ہے اتر
سنتے ہیں یہاں پر وصال صغر و اکبر

خدا ہوتا ہے

حد کے اندر ہو اگر دور و بڑا ہوتا ہے
کشتیاں سب کی کنارے پہنچ جاتی ہیں

حد سے گذرے تو یہی دور و دور ہوتا ہے
نا خدا جس کا نہ ہو اس کا خدا ہوتا ہے

محبوب خدا

سہ سر عرش بریں جہنمی شہر ہر دوسرا پہنچے
 فضا گوئی خدا کے پاس محبوب محمدؐ پہنچے
 ملائکہ مودود و غلمان و جہدیں ایسے ہوئے بخود
 اچھلتے کودتے پڑھتے ہوئے مصلیٰ علیؑ پہنچے
 مقام ارفع و اعلا پر اکثر انبیاء پہنچے
 نہ پہنچا کوئی اس حد پر جہاں خیر الودیٰ پہنچے
 سرسینا بے مشکل پہنچ کر تھک گئے موسیٰ
 سر عرش علائکین محمدؐ مصطفیٰ پہنچے
 مسیحا پھر نہ لوٹے پر سوار تو سن اسریٰ؟
 شبشب عرش سے ہو کر دولت پہنچے
 جہاں وہیم ملائک نے گمان انبیاء پہنچے
 وہاں برقی جہاں بن کر براق مصطفیٰ پہنچے
 نہ نہ برق و باد ہی پہنچے نہ ساون کی گلاب پہنچے
 براق مصطفیٰ کی جس جگہ پر گر دیا پہنچے
 سہ جہاں غلمان احمدؑ کا نگاہ دلریا پہنچے
 دم عیسیٰؑ وہاں پہنچے نہ موسیٰؑ کا عسا پہنچے

کوئی نہ دوس کے پہنچا اور کوئی گھر دے کے جنت میں
 جو وقت آیا تو جاں دے کر بھی خاصاں خدا پہنچے
 لادہ تاج قیصر و کسریٰ وہ کروں فرشتا ہا نہ
 ہوا سب کچھ فنا جو نہی محمدؐ کے گدا پہنچے
 پہنچنا اُن کا احسن ہے جو پہنچے کامرانی سے
 پھرے ناکام جو واپس وہ پہنچے بھی تو کیا پہنچے
 خدا کو چھوڑ ٹکیہ نا خدا پر کیوں کرے کوئی
 لب ساحل کشتی کے سواجب با خدا پہنچے
 درجہاں پہ جانے کو کھلے تھے مختلف گوچے
 مقدّر تھا پہنچنا جن کا ان کو چول جا پہنچے
 بحر اسلام لیکن ہر چکیں مسدود سب راہیں
 نہیں ممکن کہ اب کوئی بھی اس راہ کے سوا پہنچے
 نہ پہنچا کوئی ان راہوں سے پر اس راہ سے دیکھو
 ہزاروں بلکہ لاکھوں اولیاء و صفیاء پہنچے
 نہ ہو باد و جسے وہ کاش دیکھے اس زمانے میں
 مسیح و مہدی و دریاں ہمارے میرزا پہنچے
 کہاں ہم اور کہاں بزم محمدؐ بس غنیمت ہے
 کہ اُٹھتے بیٹھتے ہر گرتے بھٹکتے ہم بھی آ پہنچے

یہ کہہ دیجو گنہ گارانِ امت میں حسن بھی ہے
اگر کوئے محنت میں تو اسے بادِ صبا پہنچے

پہ چراغِ آمنہ

پس از حدِ خدائیت جنابِ مصطفیٰ کیے
بھری مجلس میں اوصافِ حبیبِ کبریا کیے
مگر یہ شرط لازم ہے کہ ہر اک شعر پر مرے
دعا کرتے ہوئے صلّ علی صلّ علی کیے
جسے بدر الدجی کیے جسے شمس الضحیٰ کیے
غلط ہو گا گمراہی سے خوب رو کو مہ لقا کیے
خلافِ عقل و دانش ہے کہ آدم کو خدا کیے
بعید از آدمیت ہے جو بالکل ہی جدا کیے
پہ چراغِ آمنہ یا شمعِ تابانِ حبرا کیے
نورِ یزدانی مریم ابنِ آذر کی دعا کیے
جو لمبائے مساکین اور ماؤں کے دل میں ہو
خدا لگتی کوئی کہوے کہ اسِ محسن کو کیا کیے
تیری تصویر کے دونوں ہی رخ روشن سے روشن ہیں
محمد مصطفیٰ کیے کہ احمد مجتبیٰ کیے

اگر بھیے یم ذخائرِ ذاتِ حق تعالیٰ کو
تیری امت کو کشتی اور تجھ کو نا خدا کیے
حسن اس پختہ سالی میں ترے اشعارِ ناپختہ
تم ہی کہہ دو مناسب ہے کہ ان کو ملے با کیے

خورشیدِ نبوت

بجنہیں میں مٹھو نہ تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمتِ خانہ دل کے کینوں میں
شمارِ یوسفِ مصری تھا مانا مہ جینوں میں
کہاں پہنچے تجھے ہندمِ نبوت کے حسینوں میں
تمہاری قوتِ قدسی نے وحشت کو مٹا ڈالا
وگرنہ تھے درندہ آباد صحراؤں مدینوں میں
ترے درسِ اخوت نے کئے دقالب دیکجاں
وہ جن کے وزو شب کٹتے چلے آتے تھے کینوں میں
نہ بھیری جب ہونے دوچارِ خورشیدِ رسالت سے
جو ظلمتِ مدّتوں کی تھی مکاتوں اور کینوں میں
دیانت نے جلاپ حضرت والا نہیں دیکھا
امانت نے نہ پایا آپ کا ثانی اسینوں میں

اہوت کی نفی کا جب بدل تھا تحفہ کوثر
 تو پھر کیونکر نہ ہو خاتم نبوت آفرینوں میں
 وہ کیا جانیں جناب مصطفیٰ کی شان کو جن کے
 جہالت سینوں میں بولے جہالت ہوسینوں میں
 کہاں ہیں مٹتی حُب احمد سامنے آئیں
 سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو باریک بینوں میں
 پڑا ہوا آمنہ کا لالہ شرب کی زمینوں میں
 مگر مریم کا ہونو نظر گرفتار نشینوں میں
 ہوئے ایسے غبی کم فہم، کم حس، کم خرد، کم دل
 جو کل تک فرد تھے اقوام عالم کے سینوں میں
 برائے نام دعویٰ ہے انہیں اسلام کا ورثہ
 نہیں کچھ فرق ان میں گنگا دینوں تا دینوں میں
 نہ کچھ اشار کا جذبہ نہ باقی روح شربانی
 نہ اثار سعادت ہی عیاں ان کی جبینوں میں
 نشانات سادوی پر تمسخر اور استہزاء
 پھر اس پر دیکھو بطل کہ ہم بھی ہیں متینوں میں
 مسلمان ہو کے پھر ایذا رسانی جن کا شیوہ
 یہ ہیں وہ سانپ جیسے ہیں جو نہاں آستینوں میں

بظاہر ہیں ملامت تر مگر اندر سے سنگین دل
 پندگانِ دہندہ صوفیانہ پوستینوں میں
 کفن باندھے ہوئے سر سے جہاد دین کی خاطر
 مگر جب وقت آجائے تو ہیں عزت گزینوں میں
 پیام صلح کی تہ میں یہ کینہ تو زیاں واعظ
 رستم ہے یوں ملا کر نہ دینا انگینوں میں
 "محبت کے لئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
 یہ وہ مے ہے جسے کہتے ہیں نازک انگینوں میں"
 ہے مذہب ان سے زندہ اور وہ مذہب کے زندہ ہیں
 لہو قلب و جگر کا جو بہاتے ہیں پسینوں میں
 خدا کے برگزیدوں کو برا کہنا مجھے ڈر ہے
 کہیں یہ خوں بد آن کو نہ ٹھیرائے کینوں میں
 سوئے درگاہ مولیٰ راہ ہرگز پا نہیں سکتے
 شے غوث جو پیتے ہیں خودی کے سنگینوں میں
 سمجھ بیٹھے ہیں اپنے آپ کو نعم البدل لیکن
 اگر پالا پڑے ان سے تو ہیں شمس المقرینوں میں
 کیا سکتے نہیں مٹھی چنے بھی زور بازو سے
 تمناؤں مگر الجھی ہوئی خستہ پٹینوں میں

شغف ہے نادلوں سے عار اخلاقی کتابوں سے
 تمیز ان کو نہیں کچھ سنگریزوں اور انگینوں میں
 کلام اللہ کے پڑھنے اور سننے سے کنارہ کش
 کھجے جاتے ہیں اخباروں، رسالوں ہیگزینوں میں
 خدا تعلیم میں دیکھو تو ان کی تیز رفتاری
 اگر لے، بی پڑھیں ہفتوں میں تو سٹی میٹھیوں میں
 تدبیر فہم علم و عقل یورپ تو نہیں سیکھا
 مگر گردن نما بن کر گھسے ہیں گویہ پیمینوں میں
 حریف لنگ اک مدت کے پہنچے بام رفعت پر
 مگر یہ تیز رو بالکے جواں اب تک نہیں مینوں میں
 نہ دینداروں کے حلقے میں نہ بے دینوں کے گروہ میں
 نہ داخل سخت جانوں میں نہ شامل نازنینوں میں
 پہنچا ہو خدا تک تو رہ اسلام سے جاؤ!
 یہی اک مہین مقبول خدا سے مینوں میں
 وہ اسلام حقیقی آج راہِ احدیت سے
 سیاقوں اور سباقوں میں قیاسوں و قریبوں میں
 شمار اپنا ہو جائے غنیمت بس غنیمت ہے
 مہم کے غلاموں، خاکساروں کمتر مینوں میں

بشر تھوڑے ہیں دنیا میں ہنر کے دیکھنے والے
 زیادہ تر میں گے حرف گیر مس عیب چینوں میں
 ہر اک کو رشتہ اُلفت میں باندھا جس طرح چاہا
 کوئی تھا باد یہ پیا کوئی محمل نشینوں میں
 کسی کی انتہا دنیا کسی کی استداد عقی
 کوئی نزدیک مینوں میں کوئی تھا دور مینوں میں
 کسی کو ناز دولت پر کسی کو زہد و تقویٰ پر
 حسن کم کون بیچارے دتیرہ میں نہ تینوں میں

عابدِ مخلص

زاہد کی عمر گذری تمنائے حور میں
 واعظ کی ہے نگاہ شرابِ ظہور میں
 ہم مانتے ہیں عابدِ مخلص ترا اُسے
 تیرے لئے جو آیا ہو تیرے حضور میں

”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“

دوائے درد و دل حیدر خدا ہے
 دھڑا دھڑکنے والے رادھہ آ
 حضورِ دل سے نعتِ مصطفیٰ سن
 وہ جس کی شان میں بدر اللہ جی ہے
 وہ جس کی ابتدا بلیغ النکاح ہے
 شہ کونین کی محفل بیا ہے
 ہر اک دل آج یاں شوقِ آشنا ہے
 دل اپنا تو گزر گاہِ خدا ہے
 یہ وہی کام کی چیزیں تھیں ورنہ
 راہنی دونوں سے تھا آباد ورنہ
 مسلم ہے کہ عجزِ زندگی میں
 بہت شے ناخدا پر سب بڑھ کر
 فدایت جان من اسے جانِ عالم
 نہ تاپ و صل نے یا لائے فرقت
 تیری ذرہ نوازی کے میں قرباں
 کہاں میں اور کہاں صبحِ معنی

غذائے معنی نعتِ مصطفیٰ ہے
 اگر تجھ کو تلاشِ کیمیا ہے
 کہ یہ نند کیمیا سے بھی سوا ہے
 یہی بدر اللہ جی شمسِ انصاف ہے
 وہ جس کی انتہا صلی علی ہے
 کہ فردوسِ بریں کا درگھلا ہے
 کہ ذکرِ سیرتِ خیرِ انور ہے
 رہی جاں سودائے مصطفیٰ ہے
 تن بے جان و دل کس کام کا ہے
 بغیر اس کے یہ گھر اُجڑا ہوا ہے
 ہر اک کشتی کا کوئی ناخدا ہے
 محمدؐ ناخدا ہے باخدا ہے
 کھر کھر پر گدائے بے نوا ہے
 یہی وہ درد ہے جو لا دوا ہے
 کہ تڑپوں میں مجھ کو لے لیا ہے
 کیا پتہ لی پھر اس کا شور با ہے

شہنشاہوں کے لب پر یہ دعا ہے
 فقیروں کی زباں پر یہ صدا ہے
 خدا کے بعد سب سے جبر بڑا ہے
 وہ سیدنا محمدؐ مصطفیٰؐ ہے

حسن بھی پیچھے پیچھے کہہ رہا ہے

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے

شتر بانوں کو بخشی ملک بانی
 تری سرکار کا رتبہ بڑا ہے
 طاجرِ خود بدولت کو حسرا سے
 وہ کب مونس کو سینا پر ملا ہے
 دعا تیری حیاتِ جاودانی
 مخالفت ہو تو پھر تیرِ قضا ہے
 کسی کو انتظارِ ابنِ مریم
 کسی کی آنکھ سوئے اٹلیا ہے
 تیری غیرت نے غیروں کی حکومت
 تری امت پہ سمجھی ناروا ہے
 فلک پر آنے والوں کو تورو کا
 ہمیں اپنا مسیحا ملے دیا ہے

گدائے برد و رشت ویر زے گفت

”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“

جو تھا ختمِ نبوت کا معتمد
 نبوت نے تری حل کر دیا ہے
 نہ ہوگی شقیق تیرے نبوت
 یہی مفہوم ختمِ الانبیاء ہے
 تو دشمن ہے ابتر تو نہیں ہے
 بشارت میں تجھے کوثر ملا ہے

فدائے خود و عثمان جانِ نادر

”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“

زمانہ وہ جو تھا نا آشنا محض
خوش وقتے سحر کا بھولا گھر کو
گئے وہ شوکت باطل کے ایام
ترے نقش قدم اب کہہ رہے ہیں
اثر کیا ہم پہ حاسد کے حسد کا
منیا ئے نور دین کی ہی بدلت
ایازوں کو کیا محسوس تو نے
ترا محمود ہو کتنا ہی چھوٹا
بڑائی کے لئے سے اتفاقاً شرط
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتفاق ہے

نکل جاتا ہے منہ سے بے تکلف

”مختبر ہمارے جہاں خدا ہے“

مستند زمیں نہ دعویٰ سخن ہے
نہ شعریت نہ جدت نے تخیل
نہ مشاق مفاہیلن مفاہیل
نہ اس فن میں تلمذ ہے بشر سے
متاع کم پہایا جنس ناقص
اگر ہیں خاک پا افساد امت
نہ کچھ فخر زولیف و تافیا ہے
نہ اندازہ زیبیاں ہی دلربا ہے
کہ اگر طان سنگ آسیا ہے
یہ جہر مجھ کو رحمان نے دیا ہے
جو حاضر تھا سو حاضر کر دیا ہے
حسن تیرا غبار خاک پا ہے

ہمیں کیوں ہو تر تو یا تاق
کہ جب فضل عمر نے کہہ دیا ہے
”مختبر ہمارے جہاں خدا ہے“
کہ وہ کوئے صنم کا رہتا ہے“

تھینک یو

خدا کی حمد کیے سو بسود کو بگو کہیے
نبی کی نعت کیے ہو ہو و مہو کہیے
حسن کی نظم سن کر داد دینی ہو تو یوں دیجئے
کہ دلیں تو دعا کیجئے زباں سے تھینک یو کہیے

خدا تعالیٰ

خالق الارض والسماء ہے تو
خالق الحب والنوا ہے تو
نام ہیں مختلف حقیقت ایک
گاڈ ویز داں ہے اور خدا ہے تو

آفتاب رسالت کا طلوع

سرد و طبیعت ترے نام سے ہے تعلق نہ ساقی سے نے جام سے ہے
غرض کچھ مئے آتشیں خام سے ہے نہ وصل و فراق گل انعام سے ہے
کہ فانی محبتوں کی سب رنگ بول ہے ہمیشہ ہے جس میں باقی وہ تو ہے

ترا قیض جاری ہے یاں عام سب پر شب و روز گردش میں ہے جام سب پر
شجر پر جگر پر درد نام سب پر نگو نام ہو یا ہو بنام سب پر
موت نہ گزرا ایک قصہ اٹھایا تو مشرک نے ہے خزان یغما اٹھایا

شجاعتوں کے دل میں جسارت ہے تجھ سے امیدوں کی قائم امارت ہے تجھ سے
تن زندگی میں حسد امارت ہے تجھ سے یہ کثرت میں وعدہ عبارت ہے تجھ سے
تصرف میں تیرے ہر اک خیر و شر ہے یہی تیری توحید المختصر ہے

ہمارا بھی تکیہ تری ذات پر ہے نہ نہ ہر اک دودھ اور نہ طاعت ہے
نہ کچھ حسن اخلاق و عادات ہی ہے اگر ہے تو تیری منیات پر ہے
تو اک جلوہ قدرت کا اپنی دکھائے محمد کی محفل کی شوکت بڑھائے

ہمیں تو نے تو فریق بخشی تو آئے یہاں تیری رحمت نے جب دل بڑھائے
اور آتے ہوئے ماحضر ساتھ لائے کہ بزم محمد میں جو راہ پاسے

غذا جتنی چاہے وہ منگ کر سے کھائے

لگے پیاس تو پانی دیر یا پلاسے

رہے بخت و دولت یہ بزم ہی ہے جو آقائے شاہ و گدا و غنی ہے
حکایت بھی ایسی بیاں ہو رہی ہے کہ دل کی شگفتہ خوشی سے کلی ہے

جو یاں آگئے ہیں وہ مسرور ہو گئے

علاوہ انہی حق سے مامور ہو گئے

کچھ آتے ہوئے راہ میں ٹنگ گئے ہیں غبارِ نذر و جاہ میں رک گئے ہیں
اگر کوہ سے کاہ میں رک گئے ہیں کچھ ایسے گمراہ میں ٹنگ گئے ہیں

کریں کیا بچارے یہ معدن میں یہ

زمانے کے ہاتھوں سے مجبور ہیں یہ

یہی وعظ ہے ان دنوں مسجدوں میں ہے تلقین سب کی یہی مسجدوں میں
یہی شغل مندوں کا ہے میکدوں میں یہ تحریک جلدی ہے نیکوں بدوں میں

کہ کوئی بھی بزم نبی میں نہ جائے

پیا ہونے محفل یہ ہرگز نہ پائے

لب آپ جہلم یہ محفل بپا ہے ہر اک مل یہاں آج شوق آتش ہے

کہ مفلحوں مرا سیرت مصطفیٰ ہے بس اے مرے ملازمی یہ قلعہ ہے

بھروسہ کئے ترے لطف و کرم پر
 چلا جاؤں حالی کے نقش قدم پر
 خیالات میں وہ نزاکت عطاء ہو
 حقیقت پر مبنی مگر دل رہا ہو
 نہ بے بل کا شکوہ نہ گل کا کلا ہو
 منات سے یوں نفس مضمون ادا ہو
 کہ تمہیں کہیں سن کے یار آشنا سب
 ملائک بھی بول اٹھیں صل علی سب
 اندھیرا تھا جباری دنیا پہ چھایا
 جہالت نے طوفان تھا اک اٹھایا
 بشر نے تعافرت کو اپنی بھلا یا
 سبھائی نہ دیتا تھا اپنا پرا یا
 حکمت تھی ظلمت کی گونج تھیں
 تو فرماں مفسد کا تھا بحر و بریں
 نہ پورب کی محبوب کوئی ادا تھی
 نہ پچھم کے ہاتھوں میں تازہ حنا تھی
 نہ اتر میں کچھ درو دل کی دوا تھی
 نہ دکن کی آب و ہوا دل کش تھی
 نہ محفل نہ ساقی نہ صہبا تھی باقی
 نہ محفل نہ ناقد نہ سیلی تھی باقی
 نہ فانوس جاپاں میں پیدا ضیاء تھی
 نہ آئینہ چین میں کچھ جلا تھی
 نہ قانون لیریاں میں باقی شفاء تھی
 نہ ایراں کی آتش میں گرمی ذرا تھی
 مثا علم و حکمت کا نام و نشان تھا
 وجود جہاں ہر عدم کا گنا تھا

عرب جو نقط اک جزائے کا گھر تھا
 جسے خوف دنیا نہ عقبی کا ڈر تھا
 اوامر کی تعظیم سے بے خبر تھا
 نواہی کی تکریم میں نامور تھا
 بتوں کی پرستش تو محبوب تھی
 خدا کی طلب ایک میسوب تھی
 نہ تھی اُن کے دل میں بندگوں کی عظمت
 نہ چھوٹوں سے کچھ راہ و رسم محبت
 سوار جہاگیر راہ ہوا رہ وحشت
 نہیں جنت تھے ہے کیا آدمیت
 گریبان عفت میں تھا تا رہا باقی
 نہ عصمت کے چادر کے آثار باقی
 خدا کا وہ گھر جس کو سب جانتے ہیں
 زمین کی اُسے ناف سب مانتے ہیں
 سپید و سیاہ سائے پہانتے ہیں
 مسلمان جسے قبلہ گردانتے ہیں
 وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
 جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا
 نہانوں پر جاری تھا چرچا بتوں کا
 دلوں پر مسلط تھا سکے بتوں کا
 یہاں تک سلم تھا درجہ بتوں کا
 خدا کے بھی گھر پر تھا قبضہ بتوں کا
 نہ دو چار چھ سات یا آٹھ تھے وہ
 ہے کہہ گواہ تین سو ساٹھ تھے وہ
 کہ ناگاہ افق میں پڑھا ہر اند
 وہ خبر عرب زب محراب و منبر
 اُجلا کیا جس نے ہر بحر و بر پر
 اندھیروں کے اندر چھپے بوم و شہر

گئی ظلمت شب ہوا روز روشن

چھٹا دست لیلیٰ سے مجنوں کا دامن

نہ مقصود تھا اس کا فیضان نسب تک نہ محدود و محدود صحن عرب تک

تھا پھیلا ہوا دم و دھام و صلب تک سبے گائینہی جسے پاتے ہو اب تک

جہاں میں وہی ہیں پیہر کے وارث

خدا نے کیا جس کو کوثر کا وارث

عرب و عجم میں و چاروں میں چمکا

تر و خشک پر کوہ و میدان گلستاں و بیاباں میں چمکا

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا

کوئی گھر نہ دنیا میں تاریا

نہ آتا اگر حق سے قسداں لے کر ادا و نواہی کا دیوان لے کر

دکھوں اور دردوں کا دیوان لے کر بدی اور نیکی کی میزان لے کر

حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے

خدا کی کے اسرار مکتوم رہتے

خدا نے جو دی اس کو نعمت تھی کامل عطا کی اسے جہنم تھی کامل

شریعت تھی کامل طریقت تھی کامل ملی جس قدر اس کو دولت تھی کامل

خدا داد نعمت کی ہمیں کر دی

جو دولت ملی سب کو تقسیم کر دی

محبت کی آپس میں تدبیر کر دی بڑھے جس سے آفت وہ تقریر کر دی

دلوں کی مٹھرنے تپہیز کر دی ہر اک قوم با ہم شکر بشیر کر دی

جو مدت کے پھڑے تھے ان کو ملایا

نئے سرے بھائی کو بھائی بنایا

قبائل کی معقول تنظیم کر دی ترقی کی راہ ان کو تسلیم کر دی

تنزل سے بچنے کی تقسیم کر دی کتاب تمدن میں ترمیم کر دی

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج ہلا کا

ادھر سے ادھر کر دیا رخ ہوا کا

سبق ان کو توحید حق کا پڑھایا بتوں کی غلامی سے یکسر چھڑایا

عبادت کا سچا طریقہ سکھایا بہت دن کے سوئے ہوئے کو جگایا

جو ناقص تھے کل آج کامل ہوئے وہ

خدا کی عنایت کے حامل ہوئے وہ

بہت اس کے احساں سلاطین پر ہیں یتامی، یتامی، یتامی پر ہیں

بہت اس کے احساں خواتین پر ہیں فرامین و قانون آئین پر ہیں

بُرا ایسے شخص کو کہنا بُرا ہے

سنبھل جاؤ نزدیک وقت جو ہے

بزرگوں کو ناحق بُرا یاد کرنا ہے اپنی شرافت کو برباد کرنا

خدا کے پیادوں پہ بیداد کرنا جو کپڑے گئے پھر نہ فریاد کرنا

اگر مان لو گے جزا پاؤ گے تم
نہیں تو کئے کی سزا پاؤ گے تم
جو تیراں کا نکلا کمان فلک سے بشر سے رگے کا نہ جن و ملک سے

طلبگارِ رحمت

مجھے کہتے ہیں عاصی تجھ کو مقدس
کہ میں بندہ ہوں تو میرا خدا ہے
یہ مانا! ہیں جسرا تم میرے بے حد
تری رحمت بھی تو بے انتہا ہے

نورِ خدا

ارض و سما کا نور خدا کا ظہور ہے
جس پر یہ پورا چکا۔ غمناک وہ ظہور ہے
اس طور سے جو دور ہے چھوٹا ہو یا بڑا
وہ ہے خدا سے دور خدا اس دور ہے

توحید اور ساقی کوثر

جس قدر اسے برہمن بُت ترے بُت خانوں میں ہیں
تار گنتی کے ہی اب اُن کے گریبانوں میں ہیں
قید سے آزاد کران کو کہ ہیں یہ بے خطا
اور پھر بے آب و دانہ بند زندانوں میں ہیں
خود بتوں سے پوچھ کہتے ہیں زبانِ حال سے
چاہتے والے ہمارے سخت نادانوں میں ہیں
بُت کی پوجا اب کہاں جب عہدِ توحید آچکا
شُرک و بدعت اب تو کوئی دم کے ہمانوں میں ہیں
وقت کی پہچان اسے نادان اگر ہے کچھ شعور
یہ انوکھی پھر سُر میں مُطرب تری تانوں میں ہیں
چھوڑ کر زندہ خدا مڑوہ پرستی کی ہو س
اس تنزل پر بشر کے مرثیہ خانوں میں ہیں
ابنِ مریم کا کفارہ عقیدہ تشلیک بھی
خود تراشیدہ عقائد تیرے دیوانوں میں ہیں
ایک سے جب دو ہوئے تب لطف یکتائی کہاں
تین کو پھر ایک مانیں گے جو دیوانوں میں ہیں

ایک ہو کر تین ہوں اور تین ہو کر ایک بھی
 اس ریاضی پر ریاضی دان حیرانوں میں ہیں
 گرمیے توحید کے شیشوں کی دل میں ہے لگیں
 ایسے شیشے ساقی کوثر کے نغمہ انوں میں ہیں
 وہ یتیم کس مپرس و رونق غار حرا
 حاطان عرش اعظم جس کے دربانوں میں ہیں
 انتظار فصل گل نے خدشہ دور خنداں
 خوش نما منظر ہمیشہ جس کے بستانوں میں ہیں
 "یا نبی اللہ توئی نور شید راہ ہائے صدی"
 ورنہ ہم گم کردہ راہ گمت کے ویرانوں میں ہیں
 حسن یوسف اور یدیموسے دم عیسے کو ہم
 آج بھی موجود پاتے تیرے علمانوں میں ہیں
 صحابہ کرام :- تاجداران خلافت مظہر فتنہ و غنا
 صورت و سیرت فخرانہ جہانبا نوں میں ہیں
 خلیفہ اول :- عاشقان سرکف جانا ز صائق یا غار
 غار کے اندر بھی شمع کبر کے پروانوں میں ہیں
 خلیفہ دوم :- کم سے کم اتنا تو دشمن پر بھی پورے نہیں
 فاتحان قیصر و کسری شربانوں میں ہیں

خلیفہ سوم :- جس کو دولت سے ہونفرت یکم و زہر ہوتے ہے
 ک غنی کافی نمونہ سارے عثمانوں میں ہیں
 خلیفہ چہارم :- شاہ مرطاں شیرین دلاں قوت پروردگار
 لافنی خیر شکن تیرے نگہبانوں میں ہیں
 نقش پائے مہر دان جادہ صبر و رقت
 اب بھی جا کر دیکھ لو کوفہ کے میدانوں میں ہیں
 قدسیان عرش اعظم ساکنان فرش خاک
 نام لیوا ہیں ترے ، تیرے شاخزانوں میں ہیں
 کچھ کرم ہم پر بھی اسے نجینہ نطف و کرم
 ہم بھی آخر تیری محفل کے غزلخانوں میں ہیں

اولاد حضرت اقدس علیہ السلام

نظر آئیں اگر محمود سمجھو دین پناہ آیا
 دکھائی دین "بشیر احمد" کہو نبیوں کا ماہ آیا
 حسن تم خود بھی سن لو اور سنا دو سننے والوں کو
 جہاں دیکھو شریف احمد کہو وہ بادشاہ آیا
 (الفصل ۵۱ ج ۱۹ ص ۳۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

خدا کے مُنہ کی تھی اک بات عیسیٰ
بشر تھا اس لئے محتاج تھا وہ
میتہ تھی نہ سر رکھنے کو گُٹیا
نئی لایا نہ تھا کوئی شریعت
اگر کچھ بھی خدائی اس میں ہوتی
اگر زندہ بھی تھا تو مر چکا ہے
جو آتا تھا وہ آکر جا چکا ہے
مُحسّن کے غلاموں سے بھی بڑھ کر
ابوالقاسم کے درجہ کو نہ پہنچیں

تر پھر جب قَدْ خَلَّتْ دُونِی پے آیا
محمدؐ شد نہاں قدمات عیسیٰؑ

قربانیاں

چائے، بسکٹ، کیک، باقر خانیاں
چھوڑ نقل و ناشتے مرد خدا
پستہ، بادام اور خسدانیاں
کر خدا کی راہ میں قربانیاں

فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند

دریا ہی نہیں کرتے ہیں کوزہ میں جری بند
گر چاہیں تو کر سکتے ہیں شیشہ میں پری بند
کیا کہنا شجاعت کا تری حضرت انسان
ہمت سے تری بند ہے خشکی نہ تری بند
جب سیر و سیاحت کے لئے جیب میں دیکھا
پھر شملہ و کشمیر ہے نئے کوہ مری بند
جو بند کیا حق نے اُسے کھول لیا ہے
نئے شرک خفی بند ہے نئے شرک جلی بند
القصہ ہر اک قسم کی سب راہیں کھلی ہیں
اک بند ہے اُن پر تو فقط راہ و نسبی بند
ان سادہ مزاجوں سے کوئی اتنا تو پوچھے

فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند
جب آپ کو تسلیم ہے قرآن کی بدولت
صدیق ہیں شہداء ہیں نہ صالح نہ ولی بند
کیوں کوثر نبویؐ میں ہوا بند تموج

جب تشنہ لبوں کی ہی نہیں تشنہ لبی بند

یوں مصطفویٰ فہم نو بند آپ ہیں کرتے
 اب تک نہیں دنیا میں اگر کوہیسی بند
 کائنات پر کشادہ ہیں اگر قہر کے کوپے
 مومن پہ ہوئی کس لئے رحمت کی گلی بند
 شیطان کی گر راہزنی باقی ہے اب تک
 کس وقت ملائک کی جہنمی راہبندی بند
 مغضوب کی ضلالتیں کی آمد ہے مسلسل
 اَلْعَمَلُ عَلَیْہِمْ کی رائی تب سے لڑی بند
 کس طرح تیرا بر عدوان عملی ثابت
 جب دوسری جانب ہو تو لڑے کس شہد
 گر زلف بنانے کو ہے شانے کی ضرورت
 کیز نگریہ بنے گی جو ہوئی شانہ گری بند
 کب اٹھیں گی اس بلع سے بلبل کی صدائیں
 ہر وقت جہاں رہتے ہوں غنچہ و گل بند
 جب تک ہے شہنشاہ کے ہاتھوں میں حکومت
 نئے تاج ہے مفقود، نہ ہے تا جوری بند
 مریم کے جب گریہ بند کے آنے پہ نبوت
 ہم آپ سے پوچھیں گے گر اس وقت ہی بند

کیا فائدہ پھر جیب میں رکھنے کا پیار
 جب وقت کی پڑتال پہ پاتے ہو گھڑی بند
 جس وقت ممتا ہے حسرتے آخری انعام
 یہ لوگ اُسے کرتے ہیں اللہ غنی بند

بہلی بہلی

جیکہ تھی باد صبا باغ میں بہلی بہلی
 صلیب اڑتی تھی ہر سمت میں چپک چپکی
 پڑ گیا جوں ہی اسے باد خزاں سے پالا
 باتیں کرنے کو تو کرتی ہے یہ بہلی بہلی

جھوٹ نہ بول

لب بلانے سے پہلے بات کو تول
 پھر بڑے شوق سے زبان کو تول
 جرم مت کر۔ کرے تو کر اقبال
 گر مسلمان ہے تو جھوٹ نہ بول

کتاب زندگی

ہے فقط قسآن ہی دنیا میں کتاب زندگی
 کھوتا ہے جس کا ایک اک لفظ باب زندگی
 اس کی کسرِ شان تھی ورنہ میں کہہ دیتا اُسے
 ماہِ تاب زندگی یا آفتاب زندگی
 اس بشر کی زندگی پر موت آسکتی نہیں
 اس صحیفہ سے کرے جو اکتساب زندگی
 کرنے سکتا تھا سکندر خواہش آپ حیات
 پتیا اس چشمہ سے گراک قطرہ آپ زندگی
 جل چکا تھا باغِ عالم جس نے پھر تازہ کیا
 از سر نو وہ یہی تو ہے سحاب زندگی
 یاد آیا میکہ دنیا تیرہ و تاریک تھی
 یونہی رہتی گرنہ چڑھتا آفتاب زندگی
 ہاں ذرا ہم کو تباہ دے کوئی بھی اہل کتاب
 ایسا جس کے پاؤں ہو کامل نصاب زندگی
 زندگی قرآن پر ہو موت بھی قسآن پس
 مومنوں کا ہے یہی گیت لباب زندگی

درس قرآن دے رہے تھے جب امیر المومنین
 اور تھے خدام بھی کھولے نصاب زندگی
 طبع رنگین میں سرور آیا تو بول اٹھے حسرت
 چھیڑتے ہیں یوں خدا ولے سباب زندگی

قصبہ مصطفیٰ آباد کے متعلق

ایک مرتبہ حسن صاحب رہتاسی کو مصطفیٰ آباد میں کسی
 تقریب پر مدعو کیا گیا لیکن آپ ایسے حساس طبیعت کی
 خاطر مدارات ہمان نوازی کے اصولوں کے مطابق پوری
 توجہ سے نہ کی جاسکی۔ چنانچہ اُن کی بے رخی کے مد نظر حسن صاحب
 نے یہ قطعہ کہا:-

وہ مقتل جس میں سفاکانِ ماؤ زاد رہتے ہیں
 وہ مذبح جس میں ناحق خونِ مظلوموں کے بہتے ہیں
 زباں پر نام تک تو مصطفیٰ کا بھی نہیں آیا
 برائے نام اس کو مصطفیٰ آباد کہتے ہیں

اب بھی ہے

جس طرح تھا پہلے اس کا لطف و احساں اب بھی ہے
جیسا رب العالمین تھا اور رحماں اب بھی ہے
جس قدر ظاہر تھا پہلے اتنا ہی ظاہر ہے آج
جتنا پنہاں تھا نظر سے اتنا پنہاں اب بھی ہے
گو نگاہ سرسری قاصر ہے اس کی دید سے
تَحَنُّنِ اقْرَبِ كَيْ مَدَا سَنَتِي رُكْبَانِ اب بھی ہے
ابتداء سے آج تک تازہ ترین اسباب فیض
مہر و ماہ و ابر و باد و برق و باران اب بھی ہے
ہم سے پہلے جس قدر انعام انگلوں پر ہوئے
تا ابد جاری ہیں وہ مومن کا ایمان اب بھی ہے
وَالَّذِينَ جَاءَهُدُ وَإِيْتَانَا هِيَ زَيْرِ مَوْبِتِ
میرے دعوے کی مؤید نص قرآن اب بھی ہے
لَيْسَ الْإِنْسَانُ إِلَّا مَسْكُوتٌ سَنَتِ كَيْ مَدَا
تجہ کو ناحق کبھی و مہربانی کا خلیاں اب بھی ہے
بستی بے عیب پر طعن تلون الحذر
کیا مؤعد کچھ حریص شرک پنہاں اب بھی ہے

مُجَلِّدِ الْوَامِ جِسْ پَر تھنا پرانا افتراء
اس سراپا حمد پر ویسا ہی بہتال اب بھی ہے
اس کی رحمت سے جو تھا نو مید ہر اک عبد میں
ابتداء سے تھا وہ شیطان اور شیطان اب بھی ہے
گر گرج سائل پہ باب موبت پیدا نہ تھا
کیوں نہ دولت پر پھر گستر وہ داماں اب بھی ہے
گر حصول موبت میں شرط کوشش مطلق عبث
کیوں زمین سخی میں پھر گوسے و چوگاں اب بھی ہے
ہو گئے ناپید یوسف اور دل عاشق غم
پیارہ کسناں ورنہ اور چاہ نہ نغذاں اب بھی ہے
پہلوئے عشاق میں کچھ درد و دل باقی نہیں
ورنہ بعدِ ردی کو حاضر تیر مژگاں اب بھی ہے
کیش جاناں اب بھی ہے عاشق پہ جو بر نارا دا
کدھر تیرا عاشق کوسے جاناں اب بھی ہے
اب بھی ہے جھنوں کے چھانوں کے لئے
اور سینی کے لئے گلستاں بستاں اب بھی ہے
دلہ زار کر بلا گو ہو چکا وقف خنداں
دامن گلچیں میں بویاں گلستاں اب بھی ہے

سرگزشتِ شام پر ہر شام کا رنگِ شفق
 اشتہا و خونِ ناحق شہیدان اب بھی ہے
 پائے ہمت کے لئے میدان اب بھی ہے فدا
 کرنے والے کے لئے جو کل تھا سامان اب بھی ہے
 گر وجودِ شاہِ نازک غیلاں ہے ابھی
 پھر عزیزِ خاطر آشفۃِ حلال اب بھی ہے
 ہے نفس کے گوشہ تاریک میں مرغِ چمن
 در نہ گلشن میں مہیا ساز و سامان اب بھی ہے

گدگدی پیدا ہو کر سیرِ فلک کی آج بھی
 لشکرِ جن و پری تختِ سلیمان اب بھی ہے
 نورِ ایمان براہِ سیما تماشائی ہو کر
 ناز کے اندر تماشا گئے گلستان اب بھی ہے
 گر عصائے ہمتِ مومن میں ہو روحِ کلیم
 پھر یہ بیضا تر چاکِ گریباں اب بھی ہے

آمتِ ختمِ الرسل میں ہے بنی آنا محال
 لاڈلا مریمؑ کا آجائے تو امکاں اب بھی ہے

اپنے منہ سے مانتے ہیں چشمہ کوثر کو خشک
 تشنہ کامی کے فرد کرنے کا ارمان اب بھی ہے

دہم تیسرا ہے جواب ابنِ مریم مثنیٰ
 اور یقین میرا کہ اس قادر پہ آساں اب بھی ہے
 ہاں اگر ایسا محمداً مصطفیٰ کو مانتا
 یہ صحیح اور اس پر شاید قولِ حلال اب بھی ہے
 حُسن و احسانِ میجا دیکھنا ہو کر مجھے
 سامنے تیرے نظیرِ حُسن و احسان اب بھی ہے
 اب بھی ہیں اربابِ دانش زینتِ بزمِ سخن
 اور اس محفل کے اندر مجھ سانا داں اب بھی ہے
 کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ایمان سے حسرت
 جس طرح پہلے تھا اس کا لطفِ احسان اب بھی ہے

طریقہ خیرات

ناقص ہے وہ مکان کہ جس میں شجر نہ ہو بے کار وہ شجر ہے کہ جس میں ثمر نہ ہو
 بخشش کی آبرو نہیں رہتی نمود سے یوں دیجئے کہ دستِ گدا کو خبر نہ ہو

مل گیا دوزخ دسی دیاؤں میں

سارا ہٹھا کئے صحرائوں میں
جس کو دھوئے بکتیوں اناروں میں
پیشیا میں، ساقوں ہزاروں میں
بابوں، اسٹندوں، دارائوں میں
ذکر خیر تھا آفتوں میں
ماؤں بہنوں سیفیوں خالوں میں
گور پشتموں سرقد سناؤں میں
کوہ کنوں فرماؤں اور قیسوں کے بعد
قافیہ سے کہہ رہی تھی کل سولیف
کچھ نہ دیکھا قشتہ و زئار میں
کور باطن، منطقی ملاؤں میں
چھان مارا اک جہاں جس کے لئے
جس کی آمد کا کیا کرتے تھے ذکر
اکثریت متفق تھی موت پر
وہ جبری اللہ محمد کا بروزر
بہتری میں جن کی وہ کوشاں رہا

مدتوں جھانکا کئے دریاؤں میں
خانقاہوں مندروں گرجاؤں میں
شاہوں میں اجڑوں میں اناؤں میں
اور عزیزوں، قیسوں، کسراؤں میں
اور کینڑوں، لوتھیوں، پاماؤں میں
مختلف طبائوں اور باؤوں میں
واہنوں، بیواؤں اور کنیاؤں میں
محملوں، مجلسیں لیسلاؤں میں
راہوں میں جگرائوں گڑگاؤں میں
کچھ نہ پایا سمرنوں، ملاؤں میں
خود پسندوں خود سمرنوں خود راؤں میں
تھا نہاں گناہ سے اک گاؤں میں
سروں پر مختلف پیراؤں میں
دکھتے کچھ چرخ کی پہناؤں میں
مل گیا دوزخ دسی دیاؤں میں
ان کے ہاتھوں خود ہایزائوں میں

قادیاں دارالامان اس کا مقام
ہے آشرہوں میں ہماری بہتری
قادیاں اہم مرقیدی ہیں ترے
ہتکڑھی تیری کشش کی باتھ میں

آچکا انشاؤں میں اناؤں میں
اور بہبودی ترے ایماؤں میں
دعویٰ میں اپنے کئے پاچھاؤں میں
اور کفریہ محبت پاؤں میں

قلعہ رہتاس

شہر کی تہ کو یادگار کہیں
فائدہ مستوں کا یادگار کہیں
جو پسندیدہ ہو تجھے رہتاس
ہم تجھے صد ہزار بار کہیں

مختار کل

کڑے کو نرم کر دے - نرم کو چاہے کڑا کر دے
کھڑے کو اوندادہ - اوندادہ کو کھڑا کر دے
حسن جس پر وہ آساں ہے کہاں اُس پر مشکل ہے
بڑوں کو چھوٹا کر دے اور چھوٹوں کو بڑا کر دے

قادیان میں ریل

ریل جو نہی قادیان میں آگئی
میں نے پوچھا تو کہاں؟ کہنے لگی
پہلے تو پہنچی بڑی سڑکار میں
آپ ہی اپنا اٹھا کر زادِ راہ
کالے کوسوں سے اٹھائے پیٹھ پر
ہند سے نکلے، ممالک غیر میں
خیر یہ اک باتوں باتوں میں یہ نہی
کس طرح دشت و جبل کو چرتی
بوچھ نے گو توڑ ڈالی ہے کمر
تھا کہیں ڈیخ کہیں تھا ڈیڈ سٹاپ
پیل ہو یا شیر ہو یا کر گدن
غیر کے ہاتھوں میں ہے میری عنان
جب نظر آیا رخِ ندیب مرا
میرے گیسو کی درازی سب کہاں
یا سیاہی بھی علیٰ ہذا القیاس
میری نسبت تھا "عشارِ عظمت"

بول اٹھی دارالاماں میں آگئی
نورِ سنو میرا بیاں میں آگئی
لوٹتے ہی قادیان میں آگئی
آبِ فائش اور دُخاں میں آگئی
کارواں درکارواں میں آگئی
پھر کے پھر ہندوستان میں آگئی
بات تھی جو درمیاں میں آگئی
پھانسی دریاءِ دواں میں آگئی
پھینک کر بارِ گراں میں آگئی
پنج کے سب خطوں ہاں میں آگئی
ڈر کے سب بھاگے جہاں میں آگئی
جہاں طرف موٹی دہاں میں آگئی
بول اٹھا غور و دلاں میں آگئی
لاکنؤ دلفِ جہاں میں آگئی
کس کے کچھ وہم و گماں میں آگئی
وہ بھی کہتی ہیں کہ ہاں میں آگئی

اب اُتر جائے گا اونٹوں کا نکال
جاننا ہے ہر شتر چپہ مجھے
کوچھ لو یا جوج اور راجوج سے
اب پڑھو قرآن میں "وَالْعَدِیْتِ"
دیکھ لو آتشِ جہاں میں آگئی
بہرِ تعمیل "نَفُوْسٌ رَّوَّجَتْ"
جب خبر میں آچکا ترکِ قلاص
تھا مقدمہ میں طوافِ قادیاں
مقبرہ کے پاس چلاتی ہوں میں
آگئی ہوں جانِ جاناں - آگئی
دیدہ و دلِ فرسِ زکرتی ہوئی
سر کے بل چلتی ہوئی بہرِ نیاز
آپ کا اہام تھا "فتحِ جمیع"
وقت سے پہلے میں آتی کس طرح
جب ایازوں نے بلا بھیجا مجھے
آخرۃً خیرؔ تھے آؤنی سے تھی
وے دلا کر احمدیت کا پیغام
جب سنائیں نے یہاں ہیں اپنی دل

آگئی جب بے نکال میں آگئی
ماتھے سارباں میں آگئی
آگئی شعلہ فشاں میں آگئی
داں نہاں تھی یاں عیاں میں آگئی
سے گواہ سورۃ دُخاں میں آگئی
محلِ آرام جہاں میں آگئی
پہنچ کہو کیا رائیگاں میں آگئی
دیکھ لو کرنے کو یاں میں آگئی
مہدیؑ آخر الزماں میں آگئی
آگئی ہاں ہسرباں میں آگئی
تابہ سنبِ آستان میں آگئی
گہ رواں گا ہے دواں میں آگئی
آگئے جب کارواں میں آگئی
وقت موعودہ پہ پاں میں آگئی
عہدِ محمودِ جواں میں آگئی
بعثِ ثانی کا نشان میں آگئی
ہر طرف سارے جہاں میں آگئی
صحبِ معابدِ لاں میں آگئی

ایک دن پہلی میں چھٹے تھے حق وہ ہیں تھے اور یہاں میں آگئی
 آج کل سنتی ہوں بہتے ہیں یہاں ان سے ملنے قادیاں میں آگئی
 عرض کر دے ان کی خدمت میں کوئی
 شاعرِ دارالامان میں آگئی

قبولِ توبہ

مجھ خطا کار سے جو نہی کوئی قبول ہوتی ہے
 جس سے یہ طبعِ حسنین اور طول ہوتی ہے
 جی میں آتا ہے کہ پوچھوں کسی تائب سے حسن
 کیسی ہوتی ہے وہ توبہ جو قبول ہوتی ہے

سرجن

علاجِ جبراحت میں حاذق کہ چُن
 طبیعت میں جسکی ہوں یہ چار گُن
 نظر باز کی سرِ فلاطون کا
 جگر شیر کا ہاتھ خاتون کا

یومِ وصال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

نفلِ احمد کا آیا یومِ وصال
 یاد میں خوب یاد ہیں اب تک
 لوحِ دل سے نہ ہوئی محو کبھی
 جب وہ غورِ شید غار سے نکلا
 شیرِ چشم جو اڑے اڑے کچھ کچھ
 اللہ اللہ اس کا چاہ و جلال
 نذر طاعون ہو گئے مغضوب
 پیش کوئی کے پورا ہونے پر
 یعنی کوئی متاعِ آتش تھا
 گرچہ سازش کا دیتے تھے لازم
 جا کرمِ وقت نے جو کی تفتیش
 شیخ نے جیتے جی ہی دیکھ لیا
 کس طرح ہاں وہ ڈاکٹر مرتد
 ہم نشین جا کے گولڑی سے پوچھ
 پوچھے سر زمینِ کابل سے
 جاننے والے خوب جانتے ہیں
 پھر مرے دل میں اٹھا تازہ اُبال
 اس زمانہ کے روز و شب مہِ سال
 عہدِ ماضی کی صورتِ احوال
 کفر کی ظلمتوں کا ٹوٹا جال
 باری باری سے ہو گئے پامال
 جس کی بیعت سے کٹ اٹھا وصال
 اور زلازل نے مار ڈالے فصال
 کھل گئی صاف صاف حقیقتِ حال
 اور کوئی ہاویہ کا مال
 پر یہ چھوٹی تھی ان کی قیل و قال
 جس میں کالا ہو، تھی نہ ایسی دال
 اپنی شیخی کا لازوال زوال
 ہو گیا آپ اپنی جہاں کا وبال
 میوڑا سے مقابلہ کا حال
 کس طرح مملکت میں آیا زوال
 ڈوٹی کا حال اور پگٹ کا مال

خیر یہ تو گزشتہ باتیں تھیں دیکھئے حالتِ زمانہ حال

آج پیدا ہوئے ہیں کچھ احرار
کام ان کا فساد و فتنہ و شر
ان کے چکروں سے کوئی بچ نہ سکے
خشک ہو جائے ان کی برکت سے
پڑھو کے تکبیر ٹوٹ لیتے ہیں
حق کے دشمن ہیں جھوٹ کے حللی

دشمن قوم آپ اپنی مثال
اور نظام ان کا لوٹ لینا مال
دہلی ہو یا حصار یا کمر نال
”چیرا پوچی“ ہو یا ہونین تال
ورنہ کر دیتے ہیں وہیں ہر تال
بارہا ان کی ہو چسکی پڑ تال

مل گئے ان کے ساتھ سننے ہی
جب پڑی ان کی قادیان پہ نظر
کتے سادہ دلوں کو آگیا

با و ف چند حاکم و عمال
چین سے بیٹھنا تھا امر محال
ان حریفوں کی جو نہ سمجھے چال

الجبب اس ہجوم کے اندر
جس کے دم سے عروسِ شعر کا ہے
ماتہ ہے ہر ایک شخص کہ وہ
ناگہاں سراٹھائے بیٹھ گئے
جھٹ دیا اک بیاں نبوت پر

تھا نہاں ایک پادشاہ خیال
آج کو دنیا میں باقی حسن و جمال
دولتِ شعر سے ہے مالا مال
نکیہ کے خودی سے سراقبال
پر نہ آیا جناب کو یہ خیال

دیکھ لیں پہلے یا ذرا سن لیں
تھا نہ معلوم شیخ کو شاید
ان میں اکثر خدا کے فضل سے ہیں
منطق و فلسفہ سے یوں کھیلے
موشگافی پہ جب یہ آجائیں
بات جائے نہ بڑھ کہیں حد سے

کیا جاتا ہے وقت کا گھڑیاں
کون ہیں! کیا ہیں احمدی اطفال
جن کو قطاب کہئے یا ابدال
کوئی جوں کھیلے ہانگی وقت بال
تال جبریل کی آتاریں کھال
اک اشارہ ہے بس حسن فی الحال

ہے دعا اپنی آپ کے حق میں
حال بہتر ہو بہترین مال

شاعرِ کامل

میرے نقطہ نظر کو کلمتہ رس غافل سمجھتے ہیں
نہ سمجھے جو یہ نکتہ ہم اسے جاہل سمجھتے ہیں
جو کامل ہیں وہ ہنستے ہیں میرے ناقص تحیل پر
جو ناقص ہیں وہ مجھ کو شاعرِ کامل سمجھتے ہیں

احمدیت کا زمانہ ماضی و حال

تاجدارِ انبیاء ختمِ الرسل خیر الانام
 مدح میں مصروف ہیں جن کی ملائک صبح و شام
 قنوتِ قدسی تو دیکھو عیسیٰؑ دوراں ہوا
 آپؐ کے فیضان سے امت میں حضرت کا غلام
 جس خدا نے بھر کے ساغر سارے نبیوں کو دئے
 اس زمانہ میں پلایا مسیحا کو بھی وہ جام
 میرزا تک ہی نہیں محدود اس کی نعمتیں
 بلکہ اُنْمِتٌ عَلَیْکُمْ سے عیاں ہے فیضِ عام
 پھر یہ فیضِ عام جاری ہے ہمیشہ کے لئے
 فور سے دیکھو تو کہتا ہے یہی اس کا کلام
 کس طرح ممکن ہے ہو فیضان اس کا منقطع
 جبکہ ہر فیاض کو دعوائی فیضانِ دوام
 جس نے اُنْمِتٌ عَلَیْہُمْ کی مسدودی نمود کیا
 کیسے کر سکتا ہے وہ انعام آئندہ حرام
 دین و امت ترک کرے کا مل ہمارے واسطے
 پھر رکھے محروم ہم کو ہے یہ اک سودائے خام

میرزا کے بعد نور الدین اعظم کو کیا
 جانشین میرزا دونوں پہ ہوں لاکھوں سلام
 فور دیں وہ نور دیں جس کی شعاع نور سے
 قادیان کے آج تک روشن ہیں صحنِ مسقفِ بام
 بعد ازیں آیا بشیر الدین والدُنیا کا عہد
 آپؐ نے لی ہاتھ میں جو نہی خدافت کی زمام
 سب یزیدی بھاگ نکلے چھوڑ کر دارالامان
 پاگئے جسمِ بغاوت میں سزا جسِ دوام
 جاتے جاتے لے اُڑے وہ قوم کا قرآن بھی
 سامنے آئے کسی کو ہو اگر اس میں کلام
 پھر تعجب ہے کہ دنس آنہ کے پیسے چھوڑ کر
 پی گئے یہ معتبر قومی رقم بھی دام دام
 ان کے بعد اک اور فتنہ نے نکالا سر پہاں
 کچھ سوئیاں مستری تھے مفتری اور بدگام
 مدقوں تک قادیان میں وہ منافق تھے مقیم
 کر گیا پھر کو ح یہ بھی کاروانِ تیسز گام
 کچھ دنوں کے بعدیاں بھیجا گیا احسار کو
 وہ جو نعرے مار کر لیتے تھے تکبیریں کے دم

ایک عرصہ تک بڑی اودھم مچائی تھی مگر
 لے گئے تشریف آخروہ بھی بے نیل و مراد
 آج اس محمود کی اٹھے مذمت کے لئے
 کچھ نمک خواران دیرینہ ایازان کرام
 ان کی اس وارفتگی پر بول اٹھے سبامین
 اللہ اللہ مینڈ کی کو بھی لگا ہونے کا کام
 "جو خدا کے ہیں انہیں لگا کر نا اچھا نہیں"
 ہے یہ قول نائب خیر البشر خیر الامم
 معرفت آدم نہیں ہرگز کتا بوں کا عبور
 سیم قاتل ہے مجسم عرفان مسلم نام
 خاک کے پتے میں بے شک لغزشیں ہیں ساتھیانہ
 ان کے ہی صدقہ میں نکلا خلد سے یہ عرش ظلام
 اب بھی دے توفیق تو رہ اس تو رب الرحیم
 کیا تعجب صبح کا بھولا ہوا گھر آئے شام
 بس حسرت خاموش ہو جا یہ مقام خوف ہے
 یوں بھی ہو سکتا نہیں مرغوب طوفانی کلام

یوم خلافت

بوقت حمد حق الفاظ کی ہے جان خطرے میں
 معافی کی دم نعت نبیؐ ہے شان خطرے میں
 نبیؐ کی یا امام وقت کی تہذیب کرنے سے
 اگر ہو غوث اعظم بھی تو ہے ایمان خطرے میں
 بہار آیا جو چپکریں زلازل کے تصادم سے
 ہوا چھوٹا بڑا حیران و سرگردان خطرے میں
 نہیں ہندوستان مخصوص ان آفات کی خاطر
 بلوچستان اور ایران و عربستان خطرے میں
 نہیں موقوف منگھیر و منظر تو پر پٹنہ پر
 برد بحر و بیاباں و دشت و ریگستان خطرے میں
 نہیں محفوظ یورپ بھی نبی اللہ نے فرمایا
 کہ سکان جزائر میں ہے انگلستان خطرے میں
 کیا جب غورِ ناحق اس نے ناکر وہ گناہوں کا
 پڑا اپنے ہی ہاتھوں سے فغانستان خطرے میں
 حبیب اللہ خاں کیا جانتے تھے آپ کے پیچھے
 امان اللہ خاں تھے اور نادر خان خطرے میں

صحائف آسمانی پہلی قوموں نے بگاڑے سب
مگر ان دست بردوں سے نہیں قرآن خطرے میں
بگڑ جائیں جب آب و باد و آتش خاک آپس میں
تو پھر کیوں کر نہ موجودات کی ہوجان خطرے میں
سر منبر نہ کروا عطا بادہ باتیں آپڑے جس سے
ہماری جان خطرے میں ترا ایمان خطرے میں
تجھے شاید نہیں معلوم، یہ دارالخلافت سے
کہ جس کے کئے عیب دشمن کہیں آسمان خطرے میں
ملا ہے اس قدر غلبہ یہاں سے دین فطرت کو
کہ سب ادیان باطل کی پڑی چے جان خطرے میں
یہاں ہر ایک ایمن ہے ہر اک فحش و مصیبت میں
مگر خطرہ میں شاید تو ہو یا شیطان خطرے میں
بغاوت پر نہ ترا اور نہ ہو مغرور مہلت پر
کہ مغرور خلافت ہے عظیم الشان خطرے میں
گڑھے میں ادھی بڈنگ ہے مگر یہ یاد رکھنا کہ
اگر پکوان چھپکا ہے تو ہے دکان خطرے میں
ریا کاری تاہد دیکھ کر اور اس کے لایح کو
حذر کرتی ہیں حدیں اور ہیں غلمان خطرے میں

زمین و آسمان خائف ہیں جب و زنج کی پستی سے
تو کیوں پروردہ جنت نہ ہو انسان خطرے میں
کہاں تو اور کہاں یہ بحر لغت سرور عالم
حسن حسان ہے عاجز یہاں سبحان خطرے میں

نوجوانانِ جماعت خطاب

خدا کی حمد تسبیح و ثناء ہو
روانی پر اگر طبع رواں ہو
میرے مضمون کی گہمی کے اثر سے
گلاپ دین کی نکبت ہوں جب میں
مرے مولائی شان بے نیازی
کسی کا تخت ہو موشن ہوا پر
ہیں دونوں ایک ہی خوان کرم پر
خدا کی مہربانی ہو تو کیا غم
بدوں قسمت نہ سیدھی ایک بیٹھے

نبی کی نعت زیب دستاں ہو
زمین شعرِ محسوس ہیکراں ہو
عجب کیا! اگر م طبع شاعران ہو
تو کیوں محفل نہ رشک بوستاں ہو
اگر ہو بھی تو کس منہ سے بیال ہو
کسی کے پاؤں پر بند گراں ہو
سیلماں ہو کہ مور نہا تو اں ہو
بخلاف گرزین و آسمان ہو
کوئی کتا ہی مرد کارواں ہو

بڑھاپے سے نہیں رکے محاسب
جھڑی کو تیز تر کر کے شتر بان
مگر یہ شرط ہے ہمت حواں ہو
نکل جاتے ہیں گو محمل گراں ہو

بہر کار سے کہ ہمت بستہ گردو
اگر ہو خار بھی تو ٹھکستاں ہو
کوہ ہمت جواں مردو کہ آخر
سپاہ ہندی آخر زماں ہو
بندھی ہیں تم سے امیدیں ہماری
جہاز قوم کے تم بادباں ہو
اگر ہم ہو گئے بوڑھے تو کیا غم
خدا رکھے تمہیں تم تو جواں ہو
جگانی ہے جسے دنیا نے خفتہ
جس وہ تم ہی بہر کار و ماں ہو
جگائے گا وہ کیوں دوسروں کو
جو خود ہی مائل خواب گراں ہو
نہیں ممکن اجل سے دستگیری
مشرق ہو یا ہو کم سن یا جواں ہو
غنیمت ہے اکٹھے ہو یہاں آج
خدا جلنے کے کل کوئی کہاں ہو
خدا حافظ حسن ایسے ملک کا
دو سیلاب پر جس کا مکاں ہو
جیو ایسے کہ دشمن بھی یہ سمجھے
روح قوم روح خاندان ہو
کوہ جب کوئح دنیا کی زباں پر
اگر ہو تو تمہاری داستان ہو

توجہ سے سنو پند کہن سال
کبھی ہم بھی تھے جیسے تم جواں ہو
مبادا ہو تمہارا وقت ضائع
ہمارا خون دل بھی رائیگاں ہو
ہے سب میں لازمی مضمون تقویٰ
نہ چھو لو اس کو جب تک تی میں جاں ہو
پھر اپنے آپ کو تم پاس سمجھو
کسی مضمون کا بھی امتحاں ہو
نہ کھیلو تیغ ابرو سے عزیز و با
پڑا رہنے دو اس کو یہ جہاں ہو
بہت ممکن ہے ہو یہ بچہ مار
نہیں جس پر گمان ریکساں ہو

یہ ناگن دس نہ جائے ہاں خبردار
سنبھل کر مائل زلف بتاں ہو
لچک کر چلنا ہے آئین نسواں
وہ اُرد ہے جو ہم رنگ زباں ہو
دہر سیدھے بساں تیر دائم
قد دشمن خمیدہ جوں مکاں ہو
شرافت ہے بشر کی حسن اخلاق
یہ مانا کمترین و کمتر اں ہو
فرد مایہ مگر اخلاق بد ہیں
نسل میں گرچہ نسل گورگاں ہو

کرد احکام حق کی پاسبانی
کہ تاحق بھی تمہارا پاسباں ہو
قدم اٹھے تمہارا سونے مسجد
مؤذن کی زباں پر جب ازاں ہو
یتیموں پر رہے چشم عنایت
انیں و غمگار بیوگان ہو
ہر اک کے کام یوں آؤ کہ گویا
عصائے پیر ہو تیغ جواں ہو
پڑھو قرآن مکتوب خدا ہے
کہ یہ مکتوب حمد و جہم و جاں ہو
پڑھا کرتے ہو کیسے شوق سے گر
حدیث بار سر و لبساں ہو
بتوں کے حق میں کہہ اٹھتے ہوں ملک
میرا سر تیرا سنگ آستان ہو
کبھی اُن کو سناتے ہو یہ کہہ کر
خفا کیوں آج مجھ سے میری جاں ہو
موقعہ ہو کے پھر یہ بیت پرستی
عباد اللہ ہو یا عبد بتاں ہو
ذرا سوچو تو اس کی مرتبت کو
جو خلاق زمین و آسمان ہو
جو پچ پوچھو تو کافرت ہے بدتر
مؤحد جس پر مشرک کا گماں ہو
شہ کوئین پیوند زمین ہو !
فلک پر ابن مریم کا مکاں ہو

کبھی اتنا بھی سوچا ہے خدا یا
غضب ہے شہسوارِ فرسِ توحید
سپرِ غصہ بصر کی پاس ہوتے
ہے حکمتِ خدا کہ مومن کو پھر تم
بچو ہاں بدگمان سے بچو تم
نہ بھولو "ما رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ"
طاہر کرتی ہے تسلیم و رضا سے
اصالت ہی اصالت ہو ٹپکتی
متانتِ رنج و راحت میں نہ چھوٹے
دم گریہ لبسانِ شمع سوزاں
محبتِ باہمی کا ہو یہ نقشہ
زبانیں ہوں نہ مانوس شکایت

کدھر ہو کس طرف ہوا در کہاں ہو
حلصں محفلِ نصرا نیاں ہو
قتیل تیغِ ابروئے مہال ہو
تمہارا مال ہے لے لو جہاں ہو
نہیں زیب کہ مومن بدگماں ہو
مقابلِ گرو صفِ پیلِ دماں ہو
بلا ہو یا بلائے ناگہاں ہو
عیاں جب جویر تیغِ زباں ہو
اثر گو ناگہاں یا بیگراں ہو
بوقتِ خندہ کشتِ زعفران ہو
کہ دو قالب ہوں جن میں ایک جاں ہو
دلوں میں ہی حسابِ دوستان ہو

جہاں پہنچ نہ چھوڑو فرضِ تبلیغ
کہو مذہب کی سچی ترجمانی
مناظر ہو مظفر اور منصور
مجاہد فی سبیل اللہ ہمیشہ
کنا روں تک زین کے جائے تبلیغ

فرنگستان ہو یا ہندوستان ہو
لکھامو خدا کے ترچاں ہو
میلے کامیاب و کامراں ہو
قدمِ برداشتہ بستہ میاں ہو
جہاں تک بھی نشانِ آسماں ہو

زباں پر ہو نہ ذکرِ خوف و ترخ
تمہاری ابتداء سے انتہا تک
رضائے حق کے آگے پیچ سمجھو

نہ دل ہی میں تمنائے جناں ہو
رضائے حق تعالیٰ درمیاں ہو
جہنم یا بہشت جساداں ہو

گڑے مڑے نکالو مرقعوں سے
تہیں دشوار کچھ ایسے موتی
اگر پیدا کرو ایمانِ مریم

کہ شکر و مسیحا ئے زماں ہو
حقیقتِ تم کی گرتم پر عیاں ہو
ہر اک پر ابنِ مریم کا گماں ہو

محیطِ ارض گوہی کہ نہ ہو تم
دہاں رنج و الم خوف و خطر کیا
دہاں تکلیف ہو کیا یہاں کو
اگر ہو میرِ مطیع تک رسائی
رہیں زیرِ نظر اخبار اپنے
تمدن کے یہی معنی نہ سمجھو
مے کھانے کو کھن کی یک بسکٹ
کلائی پر تو ہوا گولٹن و اچ
میاں بی بی جو ہر سیر نکلیں
"بیجا جامی رہا کن شرم ساری"

مگر مرکز تمہارا قادیان ہو
خدا کہتا ہے دارالاماں ہو
جہاں فضلِ عمر گنا میزباں ہو
پھر اپنا ہاتھ ہو اپنا دہاں ہو
کہ شانِ سلسلہ تم پر عیاں ہو
کہ بی بی لسنی ہندی میاں ہو
پہننے کو حریر و پرنیاں ہو
لب لعلیں پر سگرٹ کا دھواں ہو
زباں پر قول جامی یوں دہاں ہو
کہ جو ہر دختر گرز کا عیاں ہو

مسزوائیں ہو اور مسٹر ہو بائیں
نیا زو رنا زکے مدد بدل سے
بسر سو رات ٹیبل ٹاک میں اور
حیات کامراں ہوٹل میں گند سے
یو نہی فیشن کی اپ ٹوڈیٹ میں
عرض فیشن زدہ ایسا تمدن

ادراک نکتے کا بچہ درمیان ہو
میاں بی بی ہو اور بی بی میاں ہو
چڑھے جب بن تو فکر این آں ہو
شفا خانے میں مرگ ناگہاں ہو
تبہ بی بی میاں بے خانہ ہو
خداوند انصیب دشمنان ہو

تمہارا ہے تمدن آسمانی
اگر اسلام کی تعلیم سیکھو

پڑھو قرآن کی کیفیت عیاں ہو
تو پھر دولوں جہاں میں کاموں ہو

رفیق بد کی صحبت سے بچو تم
وزیرِ شہ ہو یا گیتی ستاں ہو
ہو جا لینوس یا سقراط و لبقراط
قتیل عشوہ احساریاں ہو
تقصیب اور بیٹ دھرمی میں کوئی
کوئی جا دو رقم سحر البیاں ہو
عرض کوئی بھی ہو اس سے نہیں بحث

گدا ہو یا شہنشاہ شہاں ہو
کوئی محکوم ہو یا حکمراں ہو
فلاطون یا ارسطوئے زمان ہو
شہید غمزدہ پینامیاں ہو
شیخ اللہ کا عہد کلاں ہو
یا محمد سا جس پر شاعر کا گماں ہو
فلاں ہو یا فلاں ابن فلاں ہو

بچھا جب تک نہیں کا ہو بچھونا
مہ و خورشید و انجم ہوں نیا پاش
بڑے پھولے پھلے یہ ناقہ قوم

اور اس پر آسمان کا سا بیانی ہو
عیاں ہوئے فلک پر کہکشاں ہو
زمان اس کی بدست ساریاں ہو

کھڑی جب تک کہ بنیاد جہاں ہو
جناپ میر ناصر کے نواسے
رہے سر پر ہمارے ان کا سایہ
خدا کی رحمتیں ہوں دوستوں پر
مبارک سال نو کی آمد آمد
حسن ہے آپ سے طالبِ دعا کا

سلامت میوڈ کا خاندان ہو
خداے پاک جن پر مہرباں ہو
اور ان پر سایہ نصرت جہاں ہو
غضب اس کا نصیب دشمنان ہو
بجرتیت رواں سال رواں ہو
اگر منظور طبع دوستاں ہو

دعا میں پھر بھی رکھنا یا وجہ یہ
سپر و خاک مشیت استخوان ہو

مسٹر جناح کی تصویر دیکھ کر

اٹھایا جس نے اپنے سر پر سارا بارِ پاکستان
یہی وہ مردِ غازی ہے علمبردارِ پاکستان

مسلمان اور اسلام

محبے حد بایزد و سلام
بعد ازیں حاضرین مجلس پر
طبع موزوں پیش کش لائی
کہنا سنا عوض معاوضہ ہو
بارے مسلم کے منہ پہ ہوجائے

نعت بے حد بذات غیر انام
میری جانب سے لاکھ لاکھ سلام
ماحضر پیش حاضرین کرام
آم کے آم گھیلیوں کے دام
آج کچھ ذکر مسلم و اسلام

ایک وہ وقت تھا کہ اسے مسلم
تیرے خرمین کے خوش چینوں میں
فلسفی منطقی و ہیئت دان
اور ہندس، مودخ و کھس
ملکہ سبھی و خوش بیانی میں
دین مقدم تھا تجھ کو دینا پر
جان سے جو عزیز تر تھے تجھے
صفت کفار پر شدید تھا تو
استقامت کو دیکھ کر تیری
تیرے قبضہ میں زندگانی تیغ

بارخ عالم میں تھا ترا ہی خرام
چین و جاپان و ہندو فارس شام
تیری ہستی تھی سب کا صدر مقام
تیرے دم سے تھا سب کا باقی نام
دوکش غصری و عمر و خیام
شام سے صبح، صبح سے شام
دائر و تقویٰ تھے اور صلوة و صیام
اہل ایمان کا دست بستہ غلام
پانی پانی تھا نہ ہرہ و فرغ نام
تھی پیام اجل تری معصام

الغرض ہر مہر کے اہل کمال
مانتے تھے تجھی کو اپنا امام

حیف کل تھا جو دوسروں کی شفا
لیکن افسوس نمود ہی بھول گیا
اتراک مشیت استخوان کی بساط
اب فقط تیرا نام ہے مسلم
حرص دنیا میں منہک شب و روز

آج وہ خود ہے مرجع آلام
اپنی ہستی کو مسلم غرض کام
"بندہ عاجز ہے گردش ایام"
اور اک رسم ہے ترا اسلام
دین پوچھو تو ہے برا تجھے نام

سخت گوئی میں آپ اپنی نظیر
تیرے طرز عمل پر ہے موقوف
میرا پنوں سے بغض و کینہ و شر
دی خدا غیب سے یہ ہاتھ نے
کہ مناجات میرے لفظوں میں
تیرے لہجوں کی کوئی حد ہے
دھڑکے معاش ہیں ایام
ماہ و نور شید کے چراغوں سے
تیری الوان نگاہوں کے نقوش
تیری صنعت کے راہ و سر بستہ

بات خنجر ہے اور نہاں حسام
ابتداء تیری آمد ترا انجام
اور غیروں کو صلح کا پیغام
اے دوست بروں شد است نام
پڑ تو سجدہ میں پیش ریت انام
اے مرے نور الجلال والا کرام
اور راتیں ہیں موجب آہام
ہیں منور دور و در پیر و بام
سیب مامور و ناشپاتی و آم
کاریل جند و پستہ و بادام

میری خدمت کے واسطے مامور
نعمتیں پیشتر بروں ز شمسار
تیرے سائل نے آج سے پہلے
مادر مہربان مومنانے
تیرے الہام کی تسلی پر
تو جو چاہے تو شہد کی کھٹی
آج تو بھی وہی ہے ہم بھی وہی
آدمی پر تو عارضی فیضان
حیث اشرف تو آمدن میں مرے
عہد وہ اور یہ دفنائے عہد

برق و باران و ابر و باد و غمام
کس کی طاقت ہے کر کے ارقام
لے لیا تجھ سے کچھ نہ کچھ انعام
اپنا نور نظر وہ گل اندام
ڈالا دریا میں لے کے تیرا نام
زیب تن کو لے خلعت الہام
بند لیکن ہوا دو اسلام
مکس و مومر کے لئے ہو دوام
اور ارنے کا اس قدر اکرام
ابتداء شروع رہے نمک انجام

پروردہ غیب سے ہوا آئی
باطل است آنکہ مدعی گوئند
تم ہوئے سست گام خود دندنہ
کر کے تکمیل دین نایاب
ساتھ ہی کر کے نعمتیں پلیدی
جام بھر بھر پلا ہی دوا ب تو
اپنی مہربانی سے مری ہے مگر

ہو نہ مایوس خادم اسلام
بند آئندہ ہے دیر الہام
ہم جی ہیں ہمارا فیض بھی عام
کہ لہا ہے قمر کو ماہ تمام
تم کو سوچی ہیں برسبیل دوام
میکو ہے تہا را تم تمام
کوئی سہا قی ہو تو پلا دے جام

جام عرفاں پئے تو بول اٹھے
”اگہ ادا و ہر نبی راجام
وعدہ وہ جو کتاب پاک میں ہے
دونوں منکم بھلا دیئے تم نے
ابن مریم کا انتظار مزید
لے کے آدم سے تالیسویں صبح
وہ جو چاہے تو امتی کو نبی
اپنی امت کے فرد کامل کو
کیا کسی کو مجال چرن و چہرا
یہ ہے روح عناصر مسلم

خاتم الانبیاء کا ایک غلام
داد آں جام را مرا بہ تمام
اور خبر میں بھی پا چکا ارقام
ہو گا تم میں سے ہی تمہارا امام
ہے مؤذن کی بانگ بے ہنگام
انبیاء ہیں غلام خیر انام
اور نبی کو دے امتی کا مقام
سب کی شانوں کا کر دے منظر نام
حکم آقا کے نیچے ہیں خدام
اور یہی ہے حقیقت اسلام

بڑھ نہ حد ادب سے آگے حسن
بیٹھ جا کر کے دوستوں کو سلام

وفات شاہ

ہو نہ سکتا تھا جسکی شاہی میں
ہو گیا چیٹ روز ساعت تک
ایک ساعت بھی آفتاب غروب
قیصرہ کا وہ ماہتاب غروب
سہ تاریخ وفات ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء

شدھی و تبلیغ

یار بھی دنیا میں ہیں اعیانہ بھی
 خضر گلشن للہ و آتش نثار د
 شعلہ دلیان چمن کے درمیاں
 صنعتیں کامل کسی صنایع کی ہیں
 الغرض اس بزم موجودات میں
 ہے دم و اعط سے بزم و عظم گرم
 صومعہ صوفی سے اپنی شان میں
 اپنے فن میں ہیں بڑے استاد وقت
 جب دکھاتے ہیں عمارات جدید
 ایک گرتہ مانگنے پر ساتھ ہی
 اک طمانچہ کھلے دائیں گال پر
 ہیں یہاں پھرتے بہت کریاں فرشت
 کیس دھاری اور نہنگان ہیپ
 ہیں یہیں پر گلشن کے تیغ زن
 پھر رہے ہیں ہر طرف ڈنڈا لئے
 خود پرست و خود نما و خود ستا

گل بھی ہیں زیب گلستاں خار بھی
 سرخ رو جس سے ہے لالہ زار بھی
 اک طرف ہے نرگس بیمار بھی
 دشت و صحرا بحر و بر کہ سار بھی
 ساتھ ہیں اختیار کے اشرا رہ بھی
 رونق میخانہ ہیں مے خوار بھی
 کم نہیں ہے خانہ تختہ سار بھی
 قلعہ تثلیث کے معمار بھی
 پیش کرتے ہیں قدیم آثار بھی
 دینے والے قرغل و دستار بھی
 آگے رکھ دیں دوسرا رخسار بھی
 داگر و کے خالصہ سردار بھی
 لائق خنداں اور شعلہ بار بھی
 اور شدھی کے علم بردار بھی
 آئے جاتی کے ٹیکیدار بھی
 بدنیاں بدطبع بد اطوار بھی

بت پرستان زمانہ کبر کو ش
 اپنی شکتی پر انہیں اتنا گھٹڑ
 اس قدر مست مئے پندار ہیں
 گر بت سفاک ہیں خنجر بکف
 گامزن ہیں دائرہ اسلام پر
 بغض حلوائی سے شیرینی سے پیار
 اب پسند آیا انہیں بد معواہ بواہ
 آج کل اک دہم نے گھیرا انہیں
 بالخصوص اخراج مسلم کے لئے
 ان کی اس دار فتنی کو دیکھ کر
 مادر بھارت پر یوں شیدا ہوئے
 دیکھئے بھارت کو لے لینے کے بعد
 اسے حسن سائے مشاغل چھوڑ کر

سنگدل بے رحم اور غدار بھی
 منفعل ہوان کے آگے زار بھی
 ہونہ اتنا نہ بادہ خوار بھی
 سرکھٹ ہیں عاشقان زار بھی
 گوزباں سے کرتے ہیں انکار بھی
 آدھے شیدا آدھے ہیں بیزار بھی
 اور شدھی کا نیا پرچار بھی
 ہم یہیں بھارت میں اور اغیار بھی
 تنگ ان پر رشتہ زناں بھی
 خندہ زن ہیں مست بھی ہشیار بھی
 بھول بیٹھے مادر تاتار بھی
 لیتے ہیں کب کابل و قندھار بھی
 توڑ کر یہ رشتہ اشعار بھی

شدھی و تبلیغ کی مد بھڑیں
 "تیل دیکھو اور اس کی دھار بھی"

نعرے

سخت ہیں ہم نے زندہ باد و مردہ باد کے نعرے
 بہت کانوں میں گونجنے ہیں سخن کی داد کے نعرے
 تکبر سے جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰی
 لگاتا تھا جفا و جور و استبداد کے نعرے
 وہ بول اُٹھا کہ اَمْنٌ بِرَبِّ مَدِیْنَتِیْ وَهَارُوں
 ہوئے عزت و قوت جب قلوب میں ذی الٰہ و تاد کے نعرے
 یہ پانی میں ہوئے غائب وہ خشک پر ہوئے زائل
 ادھر فرعون ، ادھر فرود اور شاد کے نعرے
 ہوئے یوں بے نشان اتنا پتہ چلنا ہوا مشکل
 کہاں سے اُٹھے تھے ٹوٹ و ٹوڑ و عباد کے نعرے
 مٹے یہ خود بھی نعرے بھی مٹے ان کے مگر کچھ کچھ
 زبانوں پر ہیں ان نعرہ زنوں کی یاد کے نعرے
 بڑی مدت سے زوروں پر تھے اب کمتر سی اٹھیں گے
 بغاوت ، فسق ، شرک ، کفر اور الحاد کے نعرے
 تعجب کیسا اگر عرش الہی کو ہلا لیں
 ستم دیدہ کسی مظلوم کی فریاد کے نعرے

کسی کو کیا خبر کس شان و شوکت سے نکلتے ہیں
 کسی آفت رسیدہ خانماں برباد کے نعرے
 نکل اک ناکام کوئے عشق جاناں کی زباں پر تھا
 ہوئے وقف بیاباں قیس اور فریاد کے نعرے
 کسی بد بخت طائر کے اسیر دام ہونے پر
 سُنے ہوں ، درد نہ سُن لینا کبھی صیاد کے نعرے
 یہ نعرے زندگی تک ہیں سُنو گے دم نکلتے پر
 عزیزوں ، دوستوں ، ہمسایوں اور اولاد کے نعرے
 حسن یہ سارے فانی تھے جبرِ باقی بہنے والے ہیں
 وہ نعرے ! ہاں وہ نعرے ہیں خدا کی یاد کے نعرے

وقات مسیح

اُحد میں جب اُحد ہے تو اُحد اُحد میں ہے
 لاگر کوئی دلیل تری اس کے رد میں ہے
 بن باپ کو چڑھاتا ہے تو آسمان پر
 سارے جہاں کے باپ کو کہتا لحد میں ہے

یتیم مکہ کے بوریا نشین

وطن کی یاد بھلا کر مہاجروں گئے
مجاہدین دلاویجہاد کرنے کو
جو ملک دین کی تعلیم سے تھے بے پروا
مسیح وقت کے مکتب کے فارغ التحصیل
مناظرین گئے کچھ مباحثین گئے
اٹھائے تیغ دلائل گئے میں لندن میں
چھپے جو شرق میں نکلے سپہر مغرب پر
وہ جس کے کپڑوں سے ڈھونڈ لیتے بادشاہ کرت
اسی نذیر کی تبلیغ کو اٹھائے ہوئے
عرب کی خاک سے کچھ بادیہ نشین گئے
وہ جس کی بعثت اولیٰ میں آئیں گئے
نظر میں غیر کی ہر چند کتسیرین گئے
ہر اک مقام پر ناکام و نامراد رہے
ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کو فریاد
گئے جدھر بھی جہاں بھی گئے خوش محرم
نگہ میں اپنی گل حریفی خار خشک ہوا

نہ فائدہ

حسن کی نظم، مسافر، مقیم سن سن کر
ہر ایک شعر پہ کہتے صد آفرین گئے

اقسام احمدی

احمدی ہیں کچھ بلالی احمدی
بعض بعض ان میں ہیں قالی احمدی
بعض ہر موسم میں ہی سرسبز ہیں
کچھ کمالی اور زوالی احمدی
ان میں ہیں کچھ مشرقی کچھ مغربی
اور کچھ مجزوب ہیں طاعت گدا
فرش پر ہیں گا ہے گا ہے عرش پر
کچھ خوش و خرم ہیں شاد و شادوں
ہم کو الفت کے پیارے کی طلب

ان سے فارغ ہو کے چل کر دیکھ لے
مقبرے میں انتقالی احمدی

یتیم مکہ کے یوریا نشین

وطن کی یاد بھلا کر مہاجرین گئے
مجاہدین دلا دجہاد کرنے کو
جو ملک دین کی تعلیم سے تھے بے پروا
مسیح وقت کے مکتب کے فارغ التحصیل
مناظرین گئے کچھ مباحثین گئے
اٹھائے تیغ دلائل گئے میں لندن میں
چھپے جو شرق میں نکلے سپہر مغرب پر
وہ جس کے کپڑوں سے ڈھونڈینگے بادشاہ کرت
اسی نذیر کی تبلیغ کو اٹھائے ہوئے
عرب کی خاک سے کچھ بادیہ نشین گئے
وہ جس کی بختِ اولیٰ میں اوکین گئے
نظر میں غیر کی ہر چند کستدین گئے
ہر اک مقام پر ناکام و نامراد رہے
ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کروفر بڑا
گئے جدھر بھی جہاں بھی گئے خوش مخم
نگہ میں اپنی گل تر بھی خار خشک ہوا

موتلفین گئے کچھ مصنفین گئے
کمر سے ہاندھ کے شمشیر علم دین گئے
انہیں پڑھانے ہمارے معلمین گئے
مریض ملکوں کی جانب معالجین گئے
بوقت بحث بھی پائے کمر متین گئے
وہ جن پر دشمن چلا جب فلاسٹین گئے
طلوع شمس کی صورت جلال دین گئے
اُسی بئیر کے بھیجے بمبشیرین گئے
کنارہ ہائے زمیں تک مبلغین گئے
زمین ہند سے کچھ قادیان گزین گئے
اسی کی بختِ آخریٰ میں آخرین گئے
لئے دلوں میں تمنا تے بہترین گئے
مخالف الیسویں کے جتنے مخالفین گئے
یتیم مکہ کے جب یوریا نشین گئے
کوئی بتائے اگر ہم کہیں حزین گئے
ریاض و ہر سے جسدِ گلاب دین گئے

یوریا نشین

حسن کی نظم، مسافر، مقیم سن سن کر
ہر ایک شعر پہ کہتے صد آفرین گئے

اقسام احمدی

احمدی ہیں کچھ بلالی احمدی
بعض بعض ان میں ہیں قالی احمدی
بعض ہر موسم میں ہی سرسبز ہیں
کچھ کمالی اور زوالی احمدی
ان میں ہیں کچھ مشرقی کچھ مغربی
اور کچھ مجزوب ہیں طاعت گدا
فرش پر ہیں گا ہے گا ہے عرش پر
کچھ خوش و خرم ہیں شاد و شادیں
ہم کو الفت کے پیارے کی طلب

عاشق احمد ہیں حالی احمدی
اور اکثر امتثال احمدی
اور کچھ ہیں بردشگالی احمدی
احمدیت سے ہیں خالی احمدی
کچھ جنوبی کچھ شمالی احمدی
کچھ جمالی کچھ جہالی احمدی
جن کو کہئے لا ابالی احمدی
شرم سے کچھ انفعالی احمدی
وہ ہیں مشتاق پیالی احمدی

ان سے فارغ ہو کے چل کر دیکھ لے
مقبرے میں انتقال احمدی

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

ابتدا سازم بنام پاک آن سے ابتدا
آنکہ در ذات قدیش راہ نیا بدانتہا
آج کیوں اترا رہی ہے صحن گلشن میں ہوا
کیوں فضائے بوستاں ہے اس قدر فرحت فزا
کیوں ترغم ریز ہیں سب طائران خوشنوا
کیوں عروس گل کا جو بن آج ہے نکھرا ہوا
خندہ گل کیوں اچھٹا سا نظر آتا ہے آج
کیوں نئے انداز میں اٹھتی ہے بیل کی صدا
کیوں تبسم و کوش قہقہہ ہوا جاتا ہے یوں
خندہ گل سے بھی ہے خاموشی غنچہ سوا
نکھت گل اور غنچہ کی مہک جاں آفریں
اور یہ جاں آفرینی صنعت ہلکب قضا
یوں خمیدہ بار برگ و گل سے ہیں شاخ و جبر
پیش داور جس ادا سے ہو کوئی عابد جھکا
صحن گلشن میں سکوت پیہم آب رواں
نشیبت اللہ سے دل مومن ہو جوں پھٹلا ہوا

یوں لب جو ہے قیام سرو بالا جس طرح
منزل مقصود پر پہنچا ہوا ہو پار
درق گل را گر بے بینی بچشم معرفت
تجھ پہ کھل جائے حق و حکمت کا ہے دفتر کھلا
بس حسن اب دیکھ لی موزونی طبع رواں
چھوڑ تشبیہات کو اور برسر مطلب بیا
ہاں کہیں ایسا نہ ہو ارباب مجلس بول اٹھیں
آگیا ہے بزم میں یہ بھی کوئی ہرزہ سرا
کچھ تو آخر چاہیئے ارکان محفل کا لحاظ
وہ بھی پھر اہل قلم اور صاحب فہم و ذکا
یہ طریقہ یہ سلیقہ، بزم کا یہ ربط و ضبط
شاذ و نادر ہی ملے میر صاحب کے سوا
اک نظر اصحاب مجلس کی طرف بھی چاہیئے
ہیں ہمہ تن گوش سب یاد و عزیز و آشنا
صد گروہ دار و گروہ بر مہر عدو دشمنیں
نیست آساں گروہ بر قول جناب میوذا
گرترا بادرنیاد بر تو نے خوارم عزیز
غور کن در بندش الفاظ و در معنی درا

چشم مست ہر میں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

چند پروانے تھے جل کر رہ گئے

گھر سے احمد کے نکل کر رہ گئے احمیت سے پھسل کر رہ گئے
کر کے انکار نبوت چند لوگ جھٹ خلافت سے بھل کر رہ گئے
نور دین کے عہد میں چمکے مگر چھ برس فی الحال ٹل کر رہ گئے
جب خلافت حق نے دی محمود کو جس قدر چالیں تھیں چل کر رہ گئے
پوسٹر بازی کی جب سوچیں انھیں نہر جتنا تھا اگل کر رہ گئے
ہر طرف سے ہو چکے ناکام جب ہاتھ مل کر دل مسل کر رہ گئے

وہ جو تھے چاہ تنزل میں گرے
ڈوب کر اچھلے اچھل کر رہ گئے

صوفی غلام محمد اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ

رہتے ہیں پہلو پہلو ایک جا
دو غلامانِ محمدؐ ملے

ذکر حبیب علیہ السلام

آج ہے فضلِ خدا سے کیا ہی تقریب عجیب
مسجدِ اقصیٰ میں ڈاکر کرتے ہیں ذکرِ حبیب
یہ وہ گھر ہے جس کا دروازہ کھلا ہے رات دن

خوفِ حاجب، خطرہ درباں نہ بواب و نقیب
اک نظرِ احباب کے مجمع پہ بھی اسے ہم نشین
ہیں بہم صوفی و زاہد، عالم و فاضل ادیب
ہیں برابر اعلیٰ و ادنیٰ یہاں چھوٹے بڑے
کیا امام و مقتدی کیا سامعین اور کیا خطیب

عابد و پرہیزگار و زاہد شب زندہ دار
جن کے ہے اخلاصِ قلبی پر گواہ ذاتِ حبیب
بے نذر و زور و محتاج و غنی ہر شیاء و مست

طفلِ ناداں پیر دانش مند و بیمار و طبیب
جب یہاں پہنچے تیز مرتبت جفاقی رہی
یہیں پشماں شد سر نہد و پائے دہقانِ غریب
آج بھی دیکھو یہاں بیٹھے ہیں اصحابِ نبی
تھے یہ وہ بیمار جن کے خود میما تھے طبیب

دیکھ کر جوش بہا رگلستانِ قادیان
ہوتے ہوتے نرد آخراٹ گیا رنگِ رقیب
صحنِ مسجد میں هجومِ عاشقاں ہے اس طرح
جس طرح صحنِ چمن میں ایک جاہلوں شلیب
ہمتِ مرداں میں مضمحل جو ادا بخدا
کہتے ہی نصرتِ حق اللہ دیکھ لی فتحِ قریب
دیکھ کر محمود کو بیٹھے ایازوں میں حسن
ہو گئی تازہ دلوں میں دفعتاً یادِ حبیب
اتفاقِ بلبیل و گلِ بارِ باغِ اہدش دن
صحبتِ مادرشما و سیرِ بہتانِ یانصیب

توحید

مردِ مسلم رشتہ حق ذاتِ حق سے جوڑ دے
اے موقدِ حلقہ زنجیرِ باطل توڑ دے
کر عبادتِ موسیٰ و ہارون کے مجبور کی
سامری دالی یہ گو سالہ پرستی چھوڑ دے

خدا کی بات

بد زبانوں نے جسے سمجھا نہ ہاں تک ملتوی
اور خاموشی پسندوں نے وہاں تک ملتوی
جاگنے والوں نے حرفِ داستان تک ملتوی
نیند کے ماتوں نے سنگِ آستان تک ملتوی
جانتے تھے بعض گر آپ رواں تک ملتوی
مانتے تھے بعض گردِ کارواں تک ملتوی
کچھ سمجھتے تھے اسے وہم و گمان تک ملتوی
اور حسن کے ہم نہاں حسنِ بیان تک ملتوی
الغرض سمجھے جسے پیر و جوان تک ملتوی
خیریت اس میں ہی تھی رہتی جہاں تک ملتوی
ہو چکی تھی جو مشیت میں خزاں تک ملتوی
ملتوی رہتی بھی تو آخر کہاں تک ملتوی
جب نلالہ دل میں نمایاں وجہِ مجبوری ہوئی
”پھر ہمارا آئی خدا کی بات پھر پری ہوئی“

اقرار و انکار

مٹہ رکھتے ہیں ہر چہند کہ قبضہ کی طرف ہم
برگشتہ ہے دل اپنا مگر قبضہ نما سے
تسلیم نبوت بھی خلافت بھی مسلم
جو وقت پہ موجود ہو، ہو اپنی جلا سے
اقرار ہے ہونے کا خدا کے ہمیں بے شک
انکار ہے گر ہم کو تو موجود خدا سے
ہم مرد سپاہی ہیں ہمیں زد سے غرض ہے
اتنا ہی تعلق ہے حیا اور وفا سے
غنجہ سے محبت ہے ہمیں گل سے ہے آفت
کینہ و کدورت ہے تو ہے بادِ صبا سے
مقولہ شاعر

جس گھر کے نمکوار ہے شیخ و بہمن حیرت ہے اسی گھر کے نہ ہوں غم کے پیا
پر یاد رکھیں ایسے موجد کہ یہ عقیدہ
کھل سکتے ہیں محمود کے ہی ناخن پہ

۱۹۳۵ء میں پانی پت میں مولانا حالی مرحوم کا جشن صد سالگرہ منہایت
عظیم الشان پیمانہ پر منایا گیا جس میں ہندوستان بھر کی مشہور شخصیتوں نے شرکت کی
تھی۔ تو اب صاحب بھوپال صدر تھے۔ جلسہ میں نامور ادباء و فضلا نے مقالے
پڑھے اور چوٹی کے شعرا نے اپنے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ اس
موقعہ پر حسن صاحب بہت سی بھی پانی پت تشریف لے گئے اور مولانا حالی
کی شان میں یہ نظم کہی جو اس وقت کی بہترین نظموں میں شمار ہوتی ہے۔

مزارِ خواجہ حالی مرحوم سے خطاب

پادشاہ ہو یا گدا مزدور یا سدا یہ دار
سخت ناداں ہے کرے جو زندگی کا اعتبار
جامہ زیبی پر نہ اترا جا کسی سے پوچھ لے
ہلک ہو سکتا نہیں ہرگز لباسِ مستعار
پانی پت کو دیکھ، لیکن دیدہ عبرت سے دیکھ
جس کا سینہ رہ چکا ہے شاہوں کا ہنگامہ دار
اٹھ گیا کلیتہً فراقِ شہنشاہ و گدا
جامہ ہستی کیا جو نہی قضا نے تار تار
خونِ آغشتہ اُدھر دہلی کا لودھی شہر یار
خاک آلودہ اُدھر ملک سخن کا تابعدار

ہاں مرا روتے سخن ہے اس فدا سے قوم سے
 جس کے احساں روز روشن سے سوا ہیں آشکار
 قوم کا خادم، وطن کا خیر خواہ، ملت کا دوست
 جس کا ہے شہکار دنیا میں مسدس یادگار
 سونے والے پر خدا کی رحمتیں ہوں بے شمار
 اور قیامت میں ہو فردوس میں دار اقرار
 اٹھ گیا دل رونق دیا کوفانی دیکھ کر
 لاجرم گوشہ نشینی کو پسند آیا مزار
 سو رہا ہے صدرِ فضل خواب شیریں میں مگر
 یاد میں مرحوم کی رونق ہے مسلسل زار زار
 شیوہ مومن، مصائب میں ہے تسلیم و رضا
 کیونکہ ہے تقدیر کے آگے بشر بے اختیار
 چھول لائے ہیں چڑھانے کو نہ دیا ہے حرید
 ہم ترے حق میں دعا کرتے ہیں یوں مہریش دار
 ہو محمد کی شفاعت اور دیدارِ خدا
 "چوں نسیم صبح محشر پر وہ بردارِ روزگار"
 جب قلندر بول علی کے صحن میں پہنچا حسن
 اور ان آنکھوں نے دیکھا خواجہ حالی کا مزار

دل سے اٹھتے ہی دعا جاری نہاں پر ہو گئی
 سونے والے پر خدا کی رحمتیں ہوں بے شمار

بھوکے بھیرے

دور ہونے کو ہے اس سرکش کی مستی ایک دن
 بلکہ مٹ جانے کو ہے ظالم کی ہستی ایک دن
 تابیہ کے پھرتے رہیں گے پیٹ بھوکے بھیرے
 رنگ یوں لائے گی اُن کی فاقہ مستی ایک دن
 باقہ، پاؤں، کان، آنکھوں دل سے پرچھا جائیگا
 ہوگی شاید ظالموں کی چیرہ دستی ایک دن
 کس کے گریبان ہو کر تم پھر خدا کے فضل سے
 احمدی ہو کر رہے دنیا کی بستی ایک دن
 ہم نے مانا آج جیسے ہیں تمہیں مبر و رضا
 پر یہی جنس گراں آئے گی سستی ایک دن
 کس لئے ہستی کے مالک سے رکھیں ہستی دریغ
 جب کہ مٹ جانے کو ہے فانی ہستی ایک دن
 ہیں بہت نزدیک وہ دن جبکہ عزت پاؤں گے
 اور ملندی سے بدل جائے گی پستی ایک دن

آخر شب گر بہاؤ گئے مسلسل سیل اشک
آگ بدخواہوں پہ دیکھو گے برستی ایک دن
بول ہونے کو ہے بالاسحق پرستی کا حسن

اور فنا ہونے کو ہے باطل پرستی ایک دن

ذکر حضرت احمد علیہ السلام

آج ہے موضوع ہنرم دوستان ذکر حبیب
یعنی اس مجلس کی ہے روح رماں ذکر حبیب
”جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے“

ہے رگ جہاں میں بجائے غول ویاں ذکر حبیب
دل میں یہ ارمان لائے ہیں کہ ان کے مدبرو

یاد ہو جتنا مجھے کہ دوں بیباں ذکر حبیب
ہوں شیل ابن قیم، فخر رازی جس جگہ

ان پہ دہرائے تو قہارِ زمان ذکر حبیب
حسنِ ظن نے کر دیا احباب کو باہنہ وضع

ورنہ چھوٹا منہ بڑی مٹی داستان ذکر حبیب
”مجھ کو مجھوری نہ مٹی ان کی زبردستی نہ مٹی“

اپنی تسکین۔ ان کا تھا آرام جہاں ذکر حبیب

میں بھی پہنچا یادگار یاد سے کر بعد یاد
تاکہ یاروں پر کروں کچھ کچھ بیاں ذکر حبیب
حریرِ طفلان ہے اگر یادِ حبیب نامدار

ہے عصائے پیر اور تیغِ جواں ذکر حبیب
کچھ گلِ قیاس سے ہی مخصوص رہنے کا نہیں

اب تو کرنے کو ہے سارا گلستان ذکر حبیب
مرد ماں گویند ہم دیوار را باشند گوش

ایک آدر دم ایرائے امتحاں ذکر حبیب
ہم گداؤں کو تو ہے یہ گنج ویرانہ حسن

بادشاہوں کو ہے گنج شائیکاں ذکر حبیب

خوش نصیب

کس نے پایا ہے زمانہ میں ”میجا“ سا خطیب

کس کو بخشا حق تعالیٰ نے نبی زادہ خطیب
کون ہے جس نے اٹھایا فائدہ اُن سے حسن

احمدی وہ احمدی وہ احمدی ہے خوش نصیب

احرار کی کتاب زندگی

مجلسِ احرار کھو بیٹھی کتابِ زندگی
اب وہ دکھلائے کسی کو کیا حسابِ زندگی
آئی تھی چہرہ پہ رونقِ خورشیدِ چوس کر
لے گئی "مسجد" مگر وہ آبِ و تابِ زندگی
"مجلس" دارم ز دانشِ مسجد مجلسِ بانیوں
نہاں اس کو یاد ہو بابِ نصابِ زندگی
میں وہی مجلس وہی ساقی وہی ساغر وہی
ہو گئی بے کیف پھر کیونکر شرابِ زندگی
نوحِ ڈالے بال و پر دم کاٹ دی صیاد نے
ہو گیا معذرت اڑنے سے عقابِ زندگی
حیف جس پر تھا کبھی شہبازِ و شاہیں کا گماں
وقت جب آیا تو نکلا وہ غرابِ زندگی
کھل گیا شیرازہ اوراقِ پریشاں اڑ گئے
اب مرتب ہو تو ہو کیسے کتابِ زندگی
آرٹھ چیلے پڑ گئے۔ مضرابِ غائب ہو گئی
اب بجائے کس طرح کوئی ربابِ زندگی

دعوائے مردانگی تھا اور شجاعت کا گمنام
درمیاں سائل تھا جب تک کچھ حجابِ زندگی
یاد آیا میکہ جب چپ چاپ لیٹائی تھے ہم
جانتے تھے ٹوٹ کوٹ کوٹ لبابِ زندگی
بے تکلف ہو جاتے تھے ہر طرف آزاد پا
ہو گیا زنجیرِ بابِ تو خلابِ زندگی
ہم نے تو دیکھا تھا اوروں کو کچل دینے کا خواب
خود بنے مرمہ دم تعبیرِ خوابِ زندگی
کچھ ہوا تھی اور کچھ پانی نہ سنگِ وحشت تھا
پھٹ گیا پہلے ہی جھوٹے سے حجابِ زندگی
ہم کو مجبوری نہ تھی ان کو زبردستی نہ تھی
چرخِ ظالم لے گیا ہنس کر شبابِ زندگی
ٹٹ چکا جب لالہاں پہنچا "مجاہد" دوڑ کر
قوم کا "مشکل کش" خانہِ خرابِ زندگی
کچھ پتہ چلتا نہیں۔ آخر یہ چل دی کس طرف
عمر بھر دوڑا گئے ہم ہمہ گابِ زندگی
خوب صادق آگیا وہ قولِ ابنِ میروزا
"پڑھ چکے احساں پس اپنی کتابِ زندگی"

ہے یہ اک قانون مستحکم خدا لاتا نہیں
 قوم جب تک خود نہ لائے انقلاب زندگی
 خوب تَسْوَدَّ دُجُوکَا کے معانی کھل گئے
 جب رُخِ احراء سے سر کا نقاب زندگی
 زندگی کو بندگی سے ملتی ہے تابندگی!
 ورنہ ہے شرمندگی اور اضطراب زندگی
 بندگی سے ہے سراپ زندگی بھی آباد
 ورنہ آپ زندگی بھی ہے سراپ زندگی
 زندگی ہے بندہ پروردہ بندگی بے چارگی
 خود روی اور خود پسندی ہے تباب زندگی
 ترکِ آئینہ کے مفتی سے کوئی پوچھے ذرا
 یہ ثواب زندگی تھا یا عذاب زندگی
 رہ گئے اپنا سامنے لے کر ادھر اہل کتاب
 اور ادھر سرپیٹ کر اپنا کتاب زندگی
 غیر ممکن ہے کبھی مردہ دلوں پر کھل سکے
 کھولتی ہے زندگی زندوں پہ باب زندگی
 ۱۔ احراء نے قادیان میں ایک جمعہ عہد ترک کر دیا تھا تاکہ گورنمنٹ پر مداخلت فی الدین
 کا الزام عائد کر سکیں لیکن دفعہ ۱۲۴ کی خلاف ورزی میں قید ہوتے گئے اور جمعہ بھی عادی
 کر دیا۔ ۲۔ بریں عقل و دانش بباہر گریست۔

اے متاعِ زندگی کے مشتری ہشیار باش
 حزم لازم ہے بوقتِ انتخابِ زندگی
 کام جو کرنا ہے کر لو روشنی میں جلد جلد
 کیا خبر چھپ جائے کس کا آفتاب زندگی
 وقت ختم ہونے پہ پرچہ چھین لیں ختمِ منتہی
 ٹھیک کر لو وقت کے اندر حسابِ زندگی
 یاد رکھنا دوستو ہو گی خدا کے سامنے
 اک نہ اک دن پیش ہر اک کی کتابِ زندگی
 ایک دن تارِ نفس تیرا بھی ٹوٹے گا حشر سے
 پھر قیامت تک رہے گا چپ بابِ زندگی

نقشِ باطل

وہ بدہ جو پھر رہے ہیں جعلی عامل کی طرح
 مضطرب ہیں رات دن مغرور قاتل کی طرح
 جب عمل میں آئے گی ان کی گرفتاری حسن
 لوحِ ہستی سے مٹیں گے نقشِ باطل کی طرح

مکرم حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ برہ سندھ

اسے شہر صدق و صداقت یادگار صادقان
میروی آنجا کہ گویندش دیار صادقان
زنده باشی پیکر صدق و صدا دوراستی
ہر کج باشی تو ایہ نقش و نگار صادقان
”کار و بار صادقان ہرگز نہ اندام تمام“
آنکہ باشد بر صداقت انحصار صادقان
باز بنخوانید یاراں باز در اُم الکتاب
صدق را پرورد و چون پروردگار صادقان
در خبر ہم ذکر صدق و صدق و دینی آمدہ
شد گواہ صدق فات شہر یار صادقان
از ثریا باز آوردہ صداقت صادقان
بہدی دوران بود تاجدار صادقان
کرد روشن دین را بعد از وصالش نور دین
تو رہ دین آں نور دین نصف انہار صادقان
رفتہ رفتہ آمدہ عہد اول العزت کہ بود
ابن موعود امام کامگار صادقان

بہر تبلیغ ہدایت ہر طرف اسے جہاند
فارس میدان مذہب شہسوار صادقان
ابن دعائے از حسن و زحما ضرب آہن باد
خوش رو و خوش باز آید یادگار صادقان
مجاز و حقیقت

نمود رنگ سے کب آشنا ہوا ایہ دل
پڑا تصویر نقش خودی میں ہے غافل
مجاز ہی میں حقیقت کا راز پنہاں ہے
نظر کے آگے بنا ہے یہ پردہ کیوں حائل
جمال شاید معنی آئے نفیب کہاں
بتوں کی چشم فوسوں ساز پر جو ہے مائل
صفائے قلب ہو پیدا کسی میں تب مانیں
وگرنہ محض ریاضت کے ہم نہیں قائل
وہی تو منصب عالی کو پہنچے آخر کار
جو آکے خاک نشینوں میں ہو گئے شامل
ہوایہ شوق شہادت کہاں مرے ہمد
بجھائے تشنگی دل جو خنجر قاتل

بیان حال دل زار ہو تو کیوں مگر ہو
نہیں زبان ابھی عرض نیاز کے قابل
لب سوال پر آیا جو حشر دنیا کا
سوائے حشر حاصل ہوا نہ کچھ حاصل
جہاں میں ناز ہوا اپنے کمال پر کیا خاک
فلک پر جب نہ سلامت ہے میرا کمال

بر خود غلط منصور

حماقت ہے زندگی کو کافور کہنت	شب تار کو بقتہ نور کہنت
بنارس کی بستی کو میسور کہنت	کسی چھپکلی کو سقنقور کہنت
ہمالہ کو ہم پایہ طور کہنت	گدا کو ولی عہد فغفور کہنت
مگس کو جہالت سے زبور کہنت	سفایت سے آہن کو بگور کہنت
دکائن کے عوشہ کو انگور کہنت	خر مادہ کو خالہ حور کہنت
ادھر ہنشینوں کو مہجور کہنت	ادھر خود بدولت کو منصور کہنت
مرے نامہ بر اس کی محفل میں جا کر	نہایت ادب سے یہ مذکور کہنت
ضرورت نہ تھی کہنے سننے کی لیکن	پڑا ہے مجھے ہو کے مجبور کہنت
بدول بلوہ دار منصور کہنت	غلط ہے ترا چشم پر نور کہنت
حسن تیرا کہنا بُرا ہو کہ اچھا	ترا کام ہے حسب دستور کہنت

عرض حال

بمختور سیدنا حضرت امیر المومنین اید اللہ

من نہ تنہا خویش را بر آستان آوردہ ام
از غم و رنج دالم یک کارواں آوردہ ام
ہر چہ از دست جہالت بر سر دانش گذشت
سر سیر آں سر گذشتہ در بیاں آوردہ ام
آنچہ از راہ ارادت بود پنهان در دلم
در حضور راستاں جملہ عیاں آوردہ ام
گو چہ از بار گناہاں آدم با پشت خم
بر امیر لطف تو خود را جواں آوردہ ام
آدم بر در گہت نالہ کنان از دست خویش
شکوہ اعدا نہ جور دشمنان آوردہ ام
المددے راہ راہ خدا ثم المدد
بسکہ دل ہے تاب و جان تو اں آوردہ ام
خواندہ باشی یا شنیدہ باشی از گوشتہاں
حالی بر بادئی ما کاندہ بیاں آوردہ ام

آبِ جہلم جملہ اسباب و متاع ماربود
خوشتن را بردت بے خانماں آوردہ ام

گر مزاج من بر مین سردیالی تمحو برف
ورشناسی طبع من برق طپاں آوردہ ام
ہمچنین آوردن ز در شاو خود وقتے نشاط

من "بہد چوں تو شاہ ہے ہم چناں آوردہ ام
من کہ بودم بے دماغ از نہت گہائے تر

گلبن پژمرده سوئے بوستان آوردہ ام
کے توں گفتن کہ گنج شایگاں آوردہ ام
اشتر فلفل سوئے ہندوستان آوردہ ام

تا بکے تکرار این آوردہ آل آوردہ ام
التجاء بردعائے راستاں آوردہ ام

ہرچہ آوردم برائے امتحان بخت خویش
نے برائے امتحان شاعران آوردہ ام

مولد "رہتاس" و نام من حسن رضا بن گلاب
این قدر کافی ست کز نام و نشان آوردہ ام

اور

آنے والے آگئے جائیں گے اور
ہم نے پایا غیسر کا کھویا پڑا
دوسروں کے ہم نے کھائے پھول پھل
اور کھاتے تھے تو مٹھ مٹھ تھے ہم
غفلتوں پر اپنی پھتاتے ہیں ہم
یہ ترختہ سورتوں کے واسطے
بہت جہنم میں گرائے جائیں گے
روکتے ہیں یہ خدا کی راہ سے
رکھیں گے ان سے جو امید شفا
آئے والا ابی مریم آچکا!
اب تو منکر دل میں پھتاتے ہیں پھر
حسب طاقت بزم گرمایا کئے
ہم سے جتنا ہو سکا گرم ماچکے
جس طرح ہم سہیہ گئے ہیں سرد و گرم
آگئے پہلے مبلخ قادیان
کتنے آئے قادیان کتنے گئے
جو نہیں آئے ابھی آئیں گے اور
ہم جو کھوئیں گے اسے پائیں گے اور
اب ہمارے باغ کے کھائیں گے اور
آج ہم کھائیں گے شرمائیں گے اور
جو نہیں سمجھیں گے پھتائیں گے اور
جس قدر ترسو گئے ترسائیں گے اور
جانے والے خلدیں جائیں گے اور
ان کے سپرد ٹھوکریں کھائیں گے اور
درو میں پہلے سے بڑھ جائیں گے اور
آسمان سے جھوٹ ہے آئیں گے اور
دستِ حضرت بل کے پھتائیں گے اور
گر رہے زندہ تو گر جائیں گے اور
اور گر جائیں گے جب آئیں گے اور
سہتے سہتے یہ نہیں سہ جائیں گے اور
قادیان سے اب نئے جائیں گے اور
جو نہیں پہنچے ابھی آئیں گے اور

بس حسن اکتا چلے ہیں یار لوگ اب جو بولو گے تو اکتائیں گے اور
سننے والے منہ سے بس کہتے نہیں تم کرو گے بس وہ فرمائیں گے اور
آج ہے فیکم محمد یار کی
ہوگی کل اور ول کی جباتیں گے اور

جو ہر خاکی

دوبی ہے جو ہر خاکی کہ جس میں خاکساری ہو
تواضع، علم و شفقت، انکساری، بردباری ہو
کسی محفل کا ممبر ہو کہ صدر چار یاری ہو
کوئی صوفی ہو مفتی ہو کوئی حافظ و قاری ہو
ریاضت، تہجد و تقویٰ اور آئین شجاعت ہو
اویسی، بایزیدی، بوذری ہو ذوالفقاری ہو
گرفتار ہلا کو دیکھتے ہی گول پگھل جائے
کہ دل میں درد، اشک آنکھوں میں لب پزیری ہو
محبت لازمی ہو اور عداوت اختیاری ہو
غرض ہر فعل و حرکت ہر ادا اس کی پیاری ہو
مکوئی جو پاک دل ہو دے دل و جان اُسے قرباں ہے
اگرچہ جیبہ و دستار و پیراہن سے عاری ہو

ادھر ملحوظ احکام خدا کی پاسداری ہو
ادھر تہ نظیر مخلوق کی خدمت گذاری ہو
طبیعت اس کی پاکیزہ ہو جوئے بے فانی سے
مگر خوشے وفاداری بشرط استواری ہو
نہ چھوٹے دامن یار حقیقی رخ و راحت میں
وصال و وصل کی شب یا شب اختر شماری ہو
یہ خاکی اپنی فطرت کو نہ چھوڑے آزمائش پر
مقابل میں بلا سے کوئی فدی ہو کہ نادی ہو
حسن جس میں نہ ہوں یہ خوپیاں فطرت کا دشمن ہے
سمرقندی ہو تاتاری ہو بلخی یا بخساری ہو

ڈیرہ بابا نانک پہنچ کر

پہنچا کوئی یاں تک کوئی واں تک پہنچا
اتفاقاً کئی پہنچے میں اچانک پہنچا
یہ وہ ڈیرہ ہے حسن جس میں مہاراج گرو
چولا اسلام کا پہنچے ہوئے نانک پہنچا

سلورجوبلی

ہے حمد و نعت کے پیچھے یہ فرض انسانی
 کہہ زبان پر جاری حدیثِ سلطانی
 قسم خدا کی سمجھنا اس کو ستانی
 میرے سخن پر ہے شاہد کلام ربانی
 ہے فرض ان کی اطاعت بتواریخ انسانی
 جنہیں فلک نے ہونچشی سپاہ سامانی
 وہ جن کی آگ نے پانی میں جوش دکھلا کر
 ملاوئے ہیں بہم شہری و بیابانی
 پچشم غور تو دیکھو کہ اہل انگلستان
 ہیں کیسے شکل و شبابت ہیں خلقِ ثلاثی
 رُخِ فلک پہ ہوں جیسے ستارے روشن یہ
 زمیں کے منہ پہ درخشاں نجومِ نورانی
 ذرا بتائیے کس نے زمانہ میں کی ہے
 عوضِ زباں کے کبھی ہاتھوں سے سخن رانی
 کبھی سنا تھا کسی نے کہ چند پیسوں میں
 مزاجِ یار کی آئے خبر باسانی

دوا کے ساتھ غذا بھی کہیں پر ملتی ہے
 ذرا بتائیے تو کوئی طبیب یونانی
 کہاں یہ دیکھا ہے رشتہ تجھے بھی دکھلائیں
 کہ ایک گھاٹ پر پیتے ہیں شیر و بڑ پانی
 اسی زمین کو دیکھو کہ نوہاٹوں سے
 زمینِ مردہ بنی گلشنِ دبستانی
 سماں بندھا ہے یہ کیوں ایسا جانتے بھی ہو
 گڑا ہے سامنے دیکھو فلکِ سلطانی
 اسی فلک کے سایہ میں آج بندہ نے
 حضورِ نبیؐ و شہنشاہ کی عزت خوانی
 عرضِ شمار سے باہر ہوں جن کے احسانا
 ہے ان کے گیت کا گانا اصولِ ایمانی
 اسی عرض کے لئے آج آئے میدان میں
 کئی زمانہ کے جامی، نظامی، خسائی
 کہ تا کلام سے اپنے وہ اہل مجلس کو
 دکھائیں شوکتِ انگلش کی بزمِ سلطانی
 وہ جن کے عہد میں دارالاماں کی بستی میں
 خدا کے فضل سے آیا طبیبِ روحانی

زہے نصیب مبارک ہو جو بلی کا دن
کہ ہر دباں میں ہے شیرینی غزل خوانی
سلام کر کے حسن اب غموش ہو جاؤ
زیادہ اچھا نہیں دعویٰ ہمدانی

اقبال، حسن

در بدر آوارہ و بے کار باش
خست فتنہ پوش و در بازار باش
قوم چوں بیدار باشد تو نجیب
چوں بخسید قوم تو بیدار باش
کار بند قشقہ و زنا را شو
زرد پوش و خالصہ سردار باش
کاذب و کذاب باش و مفتری
حیلہ ساز و حیلہ جو مکار باش
گر حذر شو از صفِ گر پانیاں
باش لیفاں ہر سہو پیکار باش
گر بیفتد مسجد سے پروا کن
تو بفکر درہم و دینار باش
تا شست کو فصل آمد بدست
غور کن در مشتری ہشیار باش
زین ہمتِ عظیمہ فرستے
عزم بیت اللہ کن زوار باش
از خدا ہم از نبی بیزار باش
چوں شوی کامل بہر نوع کمال
بر جہاد قادیان تیار باش
تا تو انی با جماعت یار باش

”دو دن ہنگامہ احرار باش“ (اقبال)

مدار

حاکم کا اپنے در کے ہے دربان پر مدار!
محکوم کا اگر ہے تو ہے جان پر مدار
درویش بے نوا کا ہے اک نان پر مدار
بگڑے ہوئے امیر کا اک پان پر مدار
احرار کا مجاہد و احسان پر مدار
اور خالصہ جو ان کا کر پان پر مدار
امن و امان کے بندوں کا تکیہ خدا پر ہے
فتنہ فساد و والوں کا شیطان پر مدار
کیا جانے وہ تجسلی دیدار کی جھلک
جس کا ہو خلد و حور پر غلمان پر مدار
مذہب ہی کیا وہ جس میں ہوں قصے کہانیاں
دعویٰ پر انحصار ہو گردان پر مدار
مذہب وہ سچا دین وہ پکا ہے جس کی ہو
بنیاد تو نشان پر - برہان پر مدار
یہ موجودیت ہے کسبِ اس میں نہیں ہے دخل
اس واسطے حسرتے کا ہے رحمان پر مدار

مسلمانوں اور گورکھستانیوں کا کتاب

ادھر معروف رہتے ہیں جہاں اپنے شبابوں میں
 ادھر بوڑھے چھٹا بیٹھے ہیں دل و سہولتوں میں
 کچھ بیٹھے ہیں کچھ نادان شرابوں اور کب ابولوں میں
 تلاش آب شیریں کرتے پھرتے ہیں سراپوں میں
 نظر آتے ہیں کچھ پھرتے ہوئے حکام کے در پر
 جہاں اپنی بہتری پاتے ہیں سرکاری خطابوں میں
 یہاں کچھ صوفیان با صفا خاموش بیٹھے ہیں
 وہاں کچھ اہل کتب ہیں سوالوں اور جوابوں میں
 کہیں کچھ بی بیان بے پردہ بچیں چشم اکبر نے
 کہ جن کے مرد عقلوں کو چھپائے تھے نقابوں میں
 ادھر ہم ہیں کہ وقف نالہ و گریہ و زاری ہیں
 ادھر وہ ہیں کہ سنتے ہی نہیں چنگوں بابلوں میں
 گئی طفلی، جوانی بھی مٹی۔ پسیری پکار کھٹی
 کتاب زندگی تیری بٹی مٹی تین بابوں میں
 حسرت دیکھو برابر ہو گئے زرخ و زغن شاہیں
 نہیں کچھ فرق اب باقی عقابوں اور غرابوں میں

تعب کیا جو اس ماحول میں کوئی بکراٹھ
 مسلمان گریں ہیں اور مسلمان تابوں ہیں
 مسجد شہید گنج لاہور

تیرا دھبہ دنیا کے کانوں تک یہ لائی ہے
 کس بے درد نے لاہور میں مسجد گرائی ہے
 تعجب ہے گوروں کے لئے یہاں جو ہوں
 مگر نہ بغل میں ظلم کی مروت دہائی ہے
 مگر پھر یہاں ہمارے ہر طرف وہ آندازی
 نہ یہ تہمت جہانگیر نے ہی لکھنؤ کو سکھائی ہے
 تری دھیا میں رہ کر تیرے ہی گھر کو مٹا دینا
 شجاعت یہ الوہی اور اٹلی سورہائی ہے
 کوئی فرعون، نمرودی ہو عادی یا شہزادی ہو
 مقابل پہ ترے جو جب بھی آیا منہ کی کھائی ہے
 بنامت سے تجھے معلوم ہے ہم دور رہتے ہیں
 کہ مسلک اپنا ہر اک حال میں صلح و صفائی ہے
 ترے گھر کی خرابی کو مگر ہم سہہ نہیں سکتے
 ہمارے دل میں عظمت اس کی خود تو نے بٹھائی ہے

ادھر مسجد اُدھر سیک پہاں مقصود و موٹیں ہیں
 کروڑوں کے نمائندوں کی جاں نذہ میں آئی ہے
 جوتھے بام تکبر پر گرے چارہ مذلت میں
 یہ بے آواز لاٹھی رنگ ابھی ہلکا سلائی ہے
 خطا غیروں کی تھی لیکن مصیبت ہم پہ آئی ہے
 ذرا جلدی پہنچنا ساعت مشکل کشائی ہے
 میں جب اس شعر پر پہنچا کہا ہالت نے "لا تحزن"
 یہ ہے اک ابتلا جس میں تری صبر آزمائی ہے
 "بھلا غافل کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے"
 مثل مشہور ہے اُدھر خدا نیچے غدا لے ہے
 تجب کیا کہ نامک کا فدائی راہ پہ آجائے
 کہ مخلص خالصہ مسلم کا پھر توحید بھائی ہے
 یہ تیزی اور تندہی اس کی لیکن عارضی سی ہے
 دگر نہ آب و گل اس کے بدن کا ایشیائی ہے
 حسن نے یار دل نے مل کر جب متاع خوش پہا لائی
 نہ تھا جس جنس کا گاہک ترے حقہ میں آئی ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا فولو دیکھ کر

کیا ہے زندہ مردوں کو تیری تقریر کہتی ہے
 تسلیم کا پادشاہ ہے تو تیری تحریر کہتی ہے
 ادیبوں نے تری تفسیر جب دیکھی تو بول اٹھے
 خدا تجھ سے لکھاتا ہے تری تفسیر کہتی ہے
 تری تبلیغ پہنچے گی زمین کے سب کناروں تک
 یہی تدبیر کہتی ہے یہی تقدیر کہتی ہے
 مسیح وقت دہدی، امتی بھی ہے نبی بھی ہے
 ترا انداز کہتا ہے تری تبشیر کہتی ہے
 حدیثوں میں جو علیہ ہے ملائے تجھ سے جو چاہے
 اُدھر ہیں مخیر صادق اُدھر تصویر کہتی ہے
 محبت کے جو قیدی ہیں نہ چھوڑیں گے وہ جیتے جی
 حسن نے کے پائل کی ہر دم یہی زنجیر کہتی ہے

الفضل دار التوبہ ۳۷

اِنِّ مَعَاكَ کَا مُثْرُوہ

پہے سلسلہ کے ان دنوں سرکار بھی خلاف
 کچھ ہیں اس کے یار و مدگار بھی خلاف
 ہیں آری بھی غیظ و غضب - رنج کے شکار
 آزاد اپنے زعم میں - احساں بھی خلاف
 اور دوا گرو کے خالصہ سردار بھی خلاف
 مغرور اپنے یار بھی - اغیار بھی خلاف
 عیسائی صاحبِ دین کی جب دیکھتے ہیں ہم
 رفتاری بھی خلاف ہے گفتار بھی خلاف
 دامن کو ہونہ شکوہ گریاں سے گرچہ آج
 تو پی خلاف جُتہ و دستار بھی خلاف
 دُنیا بھی ہو خلاف تو کچھ غم نہیں ہمیں
 "اِنِّ مَعَاكَ" کا مژدہ حسن کم نہیں ہمیں

کچھ نہ کچھ

زندہ ہے جیت تک کیا کر کچھ نہ کچھ
 جو ملے کھاپی گراے جاں من
 اس کئے سے پھر دیا کر کچھ نہ کچھ
 ساتھ بھی اپنے لیا کر کچھ نہ کچھ

"امن است در مکانِ محبتِ سرائے ما"

از بیکہ ہست اکبر و اعلیٰ خدائے ما
 بعد از خدا بزرگ ترین مصطفیٰ ما
 آں مہدی مسیح زماں میرزائے ما
 دان تو بدین - کہ بود و دوام شغائے ما
 محمود میرزا - ز دل و جاں فدائے ما
 بہتر نیک و گر ہمہ - صبح و مسائے ما
 اے شاکی زمانہ بیا پریشانشیں
 "امن است در مکانِ محبتِ سرائے ما"

مسیحائے زماں کی شان

مسیحائے زماں نے جب دکھائی
 جمالی اور کبھی شانِ جمالی
 نئی کر دی زمیں بھی آسماں بھی
 بدل ڈالے وہ آیام و لیلیٰ
 جنوبی بمشرقی - غربی - شمالی
 فرانسیسی - سپینی - پرتگالی
 کمالات اس کے جب دیکھے تو فوراً
 بیکار اُٹھے حسنِ قالی و عالی

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ نَجِي
 تَقَا صِرَعَتْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

يَا تُيُّكَ مِنْ كُلِّ فِجِّ عَمِيْقٍ

خدا سے نہیں بڑھ کے کوئی رفیق وہی ہے ہر اک خستہ دل کا شفیع
اسی نے کہا میرزا سے - نہ گھبرا کہ یَا تُيُّكَ مِنْ كُلِّ فِجِّ عَمِيْقٍ
اِنِّیْ مُهْلِيْنَ مَنْ ارَادَ اِهَانَتَكَ

ارادہ کریں جو اہانت کا تیری سنا دو انہیں حکم اِنِّیْ مُهْلِيْنَ
شرارت سے گر باز آئیں نہ اب بھی قَامِلُوْا لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مُتَيِّنٌ

غلام احمد کی جے

مخفیہ سارے سمجھے جاتے ہی ط لا۔ لِمَ اور لَا نُسَلِّمُ تاکہ
بول اٹھا سا لڑمانہ تو بھی بول اس جبری اللہ غلام احمد کی جے

اسمۃ احمد

ہے زبانوں پہ سُو بہ سُو احمد اور کانوں میں گو بہ گو احمد
اس کا آنا ہے کس طرح ممکن کہہ گیا ہو جو اسمۃ احمد

اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ

ایمن - اسود - احمر - اصفر سب کی آنکھ لگی ہے اس پر
جس ساقی کی شان میں آیا اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ

اِنِّیْ مَعَكَ

قل هو اللہ احد بے شبہ و شک فیض ہے ہمارا اس کا اِنِّیْ مَعَكَ
میرزا سے بارہا جس نے کہا رات دن اِنِّیْ مَعَكَ اِنِّیْ مَعَكَ

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا

خدا کی راہ میں دریا صفت بہتے چلے جاؤ
ہر اک رنج و ام جو رجھا بہتے چلے جاؤ
کناروں تک زمیں کے گرتھیں تبلیغ کرنا ہے
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا کہتے چلے جاؤ

الِإِمَامُ جُنَّةٌ

موت کے منہ میں ہے وہ جنگلِ انار زد میں جو دشمن کی ہر پھر بے سپر
الِإِمَامُ جُنَّةٌ جب سُن لیا اس سے ٹلنے کے لئے جنبشِ فکر

تائی آئی

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

یہ الہام اس طرح پورا ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جادو اور جناب میرزا غلام قادر صاحب کی اہلیہ جو ایک عرصہ تک سخت مخالف رہیں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئیں۔

تیرے وعدے کے مطابق تیرے مامور کے پاس

چل کے دنیا کے کنہوں سے خدائی آئی

جس کے آنے کی خبر عہد نبوت میں ملی

تائی والے کی خلافت میں وہ تائی آئی

دنیا کے کناروں تک

حصاروں ریگزاروں، کوہساروں آبشاروں تک

پیادوں، جاں نثاروں، تاجداروں خاکساروں تک

غرض پُرب سے پچھم تک اُدھر اُتر سے تا دُجن

تری تبلیغ پہنچاؤں گا دنیا کے کناروں تک

تاج و تخت حضرت مسیح موعود

مجھ کو کیا تختوں سے میرا تخت ہے فوق السماء

مجھ کو کیا فوجوں سے میری فوج ہے عہد خدا

مجھ کو کیا تیغوں سے میری تیغ ہے صدق و صفا

مجھ کو کیا ڈھالوں سے میری ڈھال ہے اسکی رضا

مجھ کو کیا توپوں سے میری توپ ہے میری دُعا

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب کے جدا

”مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار“

اِیْلٰی اِیْلٰی لِمَا سَبَقْتَا رَحْمَۃً

وہ جو عیسٰی کو مانتے ہیں خدا مجھ کو آتی ہے ان پہ حیرانی

وہ خدا تھا تو کس سے کہتا تھا اِیْلٰی اِیْلٰی لِمَا سَبَقْتَا

ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت

جنت کہ جس کی سمت لگی سب کی رشت ہے

دو رخ سے حق پہنچائے کہ اک جائے رشت ہے

فرما گئے ہیں سرور عالم حدیث میں

سُن لو۔ کہ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

دو گواہ

بے گلی کی کیفیت جا کر کسی سیکل سے پوچھو دیکھو معشوق کی سفاکیاں کا جل سے پوچھو
میرزا کی زندگی کے دو گواہ تھے ہم عصر شریعت ترمچکا ہے اب ملا وال سے پوچھو

مرد مومن

دکھائے جو دل مومن مسلمان ہو نہیں سکتا
کہ چیتا گو سپندوں کا نگہاں ہو نہیں سکتا
خدا نے مرد مومن کو خدیدا دو جہاں دے کر
گراں تر تو یہ ہو سکتا ہے اذناں ہو نہیں سکتا

موافق جن کو برحق موعود کہتے ہیں
برا جن کو مخالف بے سبب سو کہتے ہیں
حسن تم سے کوئی پوچھے کہاں ہیں تو یوں کہو
یہی تو ہیں جنہیں فضل عمر محمود کہتے ہیں

میرزا یا جانشین میرزا کے سامنے
جو جفا جو بھی ہوا ہو گا قضاء کے سامنے

دُعائے مستجاب

دیدہ غائبانہ ہوں دل ہو کباب
اور حواس و ہوش کا خانہ خراب
اس طرح کی جائے جو۔ جبار دعا
کیا عجب یہ ہو دعائے مستجاب

محدود اور غیر محدود

شان و شوکت تیری محدود نہ عظمت محدود
رحم محدود نہ رأفت نہ ہی رحمت محدود
وہ جو محدود ہے تجھ تک وہ الوہیت ہے
نہ ولایت نہ نبوت نہ خلافت محدود

حزب اللہ

یوں تو ہر ایک پر ہے عام عنایت تیری
برگزیدوں سے مگر خاص ہے عادت تیری
چشم اغیار سے ممکن ہے نہاں ہو لیکن
تجھ سے پوشیدہ نہیں جو ہے جماعت تیری

دُعائے خاص

خدائے پاک تو کرو سے منافقین سے پاک
ہر ایک قسم کے مفسد معاندین سے پاک
وہ گھر کہ تو نے "محبت سرا کہا ہے جسے
بڑا کرم ہو جو کرو سے منافقین سے پاک
وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ

حمد زیبا ہے برائے ذات رب العالمین
جس کی ہے ہر ایک ذرے پر نگاہِ دُور بین
غیر کے در سے تلاشِ رزق وہ کیونکر کریں
جن کا رازق خود کہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ

تذییر آیا

اک تذییر آیا لئے تیسرا پیام
مصطفیٰؐ نے جس پہ فرمایا سلام
اس کو جھٹلایا کئے دنیا کے لوگ
جان کر تجھ کو عَزِيزٌ ذُوْ اِنْتِقَامٍ

بانسری والا کرشنا

خبر تھی جس کے آنے کی وہ مرد با خدا آیا
وہ تھا تو اُمتی پر در لباسِ انبیاء آیا
کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب و ابراہیم
کبھی وہ بانسری والا کرشنا میرزا آیا
صِدِّیقِ کَمَسْنَدِ نَشِیْنِ

نبیؐ کی آنکھ کے تارے بھی نبیوں کے قمر بھی ہیں
نبوت کے شجر کی شاخ کے گل بھی ثمر بھی ہیں
صفتِ باطل کہاں ٹھہرے حسنِ محمود کے آگے
کہ یہ صدیق کے مسند نشین "فضل عمر" بھی ہیں

ہماری عید

علیٰ قدر مراتب سب کو فکر و ساز و ساماں ہے
ہماری عید مہمانِ نظیرِ حسن و احسان ہے
حسنِ ادبِ فلک پر ہم ہلالِ عید کیوں ڈھونڈیں
"قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے"

دین کے شہزادے

دین کے شہزادوں کو اور ایمان کے دلدادوں کو دیکھ
گر نہیں دیکھا نبی کو تو نبی زادوں کو دیکھ
دیکھ ان کے دشمنوں کو دیکھ پر یہ شرط ہے
غور سے ان نامرادوں خانہ بربادوں کو دیکھ

مکتب اُمّی کے مبتدی

جوائے مکتب اُمّی میں طفل مبتدی ہو کر
وہ ہر مضمون میں با تعریف نکلے منتہی ہو کر
حسنت تم سے کوئی پوچھے کہ وہ کیسے تو یوں کہو
شہید و صالح و صدیق ہو کر اور نبی ہو کر

اُمّی نبی

جوائے ابتداء میں رونق غار حرا ہو کر
گئے واپس نبی کر اور ختم الانبیاء ہو کر
کوئی ہوا امتی کمال تو پا جائے نبوت بھی
"نبی" امت سے خارج ہوا اگر آئے جدا ہو کر

آمنہ کا لال

نمایاں جو ہوئے تھے ایک صبح دل گشا ہو کر
چراغ آمنہ بظہر اور مشعل غبار حرا ہو کر
نہاں ہونے سے پہلے گر گئے کوہین کو روشن
ادھر بدر اللہ جئے ہو کر ادھر شمس بفتحا ہو کر

میرزا کے بیخ تن

میرزا کے بیخ تن ہیں آیت پروردگار
ہیں یہ نسل ستیہ اور اک نشان پائدار
ہاں سنبھل جا رقت ہے ان کی دلائل زاری کر
ورنہ دیکھے گا چمک تو زلزلے کی پہنچ بار

نبوت مسیح موعود علیہ السلام

آنے والے کی نبوت اس طرح ہے آشکار
جس طرح ہوا و کامل یا خور نصف النہار
منکروں پر ہے یہ قول میرزا جت حسن
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

زلزلے

وہ جو رکھتے تھے دلوں میں مولے اور یوں بھی تھے بہت ہی منچلے
دفعۃً رخصت ہوئے انکے حواس پے بہ پے آنے لگے جب زلزلے

گذرگاہ شہاں

قادیاں دارالاماں اسے بوستان بے خزاں
نازقں پنجاب غنیمت کشور ہندوستان
بیت گاہ غریباں آج کہتے ہیں تجھے
وقت آتا ہے کہ تو ہوگا گذرگاہ شہاں

ہمارا یوسف

چاہ کنعان میں بجائیوں نے اتارا یوسفؑ
وہ جو یعقوب کی تھا آنکھ کا تارا یوسفؑ
ہم کو اک اور ملا فرق ہے فی الحال ہی
وہ نبی تھا یہ نبی زادہ ہمارا یوسفؑ

بزم احمد

بزم احمد میں مہاجر بھی ہیں انصار بھی ہیں
راہ مولے میں فدا ہونے کو تیار بھی ہیں
غوث و اقطاب پر ابدال پر موقوف نہیں
کچھ حسرت جیسے گنہ گار سیاہ کار بھی ہیں

”میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا“

عدل و انصاف کا تھا عہد نہ یہ جور کا وقت
غوث نصیبوں کو ملا کرتا ہے اس طور کا وقت
غور کر غور کہ ہے تیرے ہی غور کا وقت
”وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا“

خدا اور خدائی

وہ بھی کوئی زمین ہے کہ جس پر مٹا نہ ہو
یادہ بھی کوئی درد ہے جسکی روانہ ہو
ایسا اگر نہیں تو یہ ممکن ہے کس طرح
موجود ہو خدائی تو لیکن خدا نہ ہو

”فضل عمر“

اے امیر المؤمنین۔ فضل عمر۔ فرخ تبار
دیدہ و در پر ترے نورِ خلافت آشکار
پر تجھے ابنائے ظلمت دیکھ سکتے کس طرح
از دھچم سچراں۔ پنہاں خود نصف النہار

محبت الہی

دنیا کے آب و گل میں نہ ہرگز پھنساؤ دل
ایسا نہ ہو کہ اٹھ سکے جب اٹھاؤ دل
انجامِ حُب غیر فنا کا پیام ہے
”سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل“

اہل درد

درد ہی تو پ و قنکبِ عسکرانِ اہل درد
درد ہی شمشیر و تیغِ لشکرانِ اہل درد
درد ہی جوشِ سپرِ طبل و جرس اور گوس بھی
درد ہی اس نے بنایا ہے نشانِ اہل درد

(۲)

درد ہی تیر و کمال۔ تیغِ دستانِ اہل درد
درد ہی بانگِ دوائے کاروانِ اہل درد
ناخدا یا با خدا یا خود خدا سے پوچھ لے
درد ہی اس نے بنایا ہے نشانِ اہل درد

(۳)

درد ہی روحِ روانِ کاروانِ اہل درد
درد ہی شایانِ شانِ آن و بانِ اہل درد
گر نہ ہو بادِ رتوجا۔ دردِ آفریں سے پوچھ لے
درد ہی اس نے بنایا ہے نشانِ اہل درد

ترقی کی راہ

بجاتے ہیں جو ساحل پر ہی تالی
وہ گھر کو ٹوٹتے ہیں ہاتھ خالی
نہ ہو بادِ جسے سن لے حسن سے
یَعُوْصُ الْبَعُوْصُ طَلَبُ اللّٰہِ خالی

حامیِ احمدیت

کبھی احمدیت کے حامی تھے کیسے
بگڑنے سے پہلے پیامی تھے کیسے
زینِ جانتی ہے فلک جانتا ہے
مٹے نام جن کے وہ نامی تھے کیسے

کوثر نبوت

جنہوں نے شاہِ بطل کی فضیلت کو نہیں سمجھا
یقیناً امتیازِ خود بدولت کو نہیں سمجھا
محمد مصطفیٰ کو جو معاذ اللہ کہیں ابتر
انہوں نے کوثرِ ختمِ نبوت کو نہیں سمجھا

احمدیت

جن علاموں نے اب تک احریت کو نہیں سمجھا
نبیؐ کے بعثتِ ثانی کی حقیقت کو نہیں سمجھا
ابھی تک جو مزاج احمدیت کو نہیں سمجھے
انہوں نے احمدی کی بھی طبیعت کو نہیں سمجھا

خادم احمد

خادم احمد کو جب تو نے میسا کر دیا
حامی تثلیثِ بیخ اٹھے کہ یہ کیسا کر دیا
جن کے آنے کی توقع تھی ہمیں افلاک سے
قادیاں کی خاک سے کیسے ہویدا کر دیا

(۲)

خادم احمد کو جب تو نے میسا کر دیا
عقل کے اندھے پکار اٹھے کہ یہ کیا کر دیا
خان تھے، افغان تھے، لہاب تھے مساوات تھے
سب پہ پانی پھیر کر کیوں ایک مرزا کر دیا

رب نوازی

عشق کو نیاز۔ بتوں کو جو ناز دے
تائب کو ہر توبہ در توبہ باز دے
کیا دود ایک بندہ بے برگ سزا کو
بے حد و بے حساب مرارِ نواز دے

خدایا نا خدا

کسی کو ناز ہے تیغِ جفا پر
کسی کو رات کے تیسرے دعا پر
بھروسہ کس پر بہتر ہے بتا دے
کوئی مجھ کو۔ خدایا نا خدا پر

ابن مسیحا کی دعا

قادر! مانا تری آب و ہوا اچھی ہے
رات دن اچھے تری صبح و صبا اچھی ہے
لیکن اک چیز جو نایاب ہے دنیا بھر میں
وہ ترے ابن مسیحا کی دعا اچھی ہے

تاجدارِ انبیاء

حر و جسم و جاں ہے نام تاجدارِ انبیاء
تا ابد جاری و عام تاجدارِ انبیاء
تو تہ قدسی تو دیکھو بڑھ گیا ہر شان میں
ابن مریم سے سلام تاجدارِ انبیاء

یتیم بے نوا

نمایاں جو ہوئے تھے ہاں یتیم بے نوا
اور اک مدت کبھی مجھے جاذب ہو رہ جفا ہو کر
حسن وہ رحمتہ للعالمین لوگوں سے سوت مولا
شہر ہر دوسرا اور شافع روزِ جزا ہو کر

وفاتِ مسیح

شل ہوئے مست و زباں ٹوٹے قلم
جسٹا ہوں نے سن لیا اتنا سخن
اب تو ٹوٹا ان کے اُمید کوہِ غم
اتفاقاً کہہ رہا تھا جب حسن
ہو گئی سُنتے ہی ان کی پشتِ غم
ابن مریم مرگیا حق کی قسم
آتے آتے رک گیا سینے میں دم
مداخلِ جنت ہوا وہ محتسب

خدا کی خدائی

کوٹ پتلون، کالر ہے نہ ٹائی اپنی
بستر اپنا ہے نہ تکیہ نہ رضائی اپنی
چند اشعارِ زبان پر ہیں کلائی اپنی
ہاں مگر دل کو تسلی ہے کہ سنتے ہیں حسن
ہو خدا اپنا تو ہے ساری خدائی اپنی

قادیان

قادیان تو درس گاہِ علمِ القرآن ہے
بحسبِ ناپیدا کُنارِ علم و العرفان ہے
تیرے اجزائے عناصر کہہ رہے ہیں صاف صاف
”ق“ ہے قرآن کا باقی جو ہے ادیان ہے

جوڑو پر طلاق

وہ جو کہتے تھے کبھی منبر پر با صد طلاق
تقاضیاں مت جاؤ پڑ جائے گی جوڑو پر طلاق
میں نے پوچھا اب کہاں ہے آپ کا فتویٰ جناب
ہنس کے بولے حسب عادت کھدیا بالائے طاق

میاہلہ کا پیالہ

لگانا منہ سے کسی یواہر کس کا کام نہیں
میاہلہ کا پیالہ ہے۔ مے کا جام نہیں
نہ خوف پرستش قاضی نہ محاسب کا خطر
یہ ایسی مے ہے شریعت میں جو حرام نہیں

دارالاماں کی صبح

ہنگامہ خیز مانا کہ ہے کارواں کی صبح
جاں بخش فصل گل میں ہے گوبستاں کی صبح
انوار حق برستے جو ہوں دیکھنے تجھے
آدیکھ قادیان اور دارالاماں کی صبح

خاتم النبیین

محمد مصطفیٰ فخر دوعالم مکرّم اور معظّم اور مُسَلّم
نہیں خود ختم لیکن انبیاء کے ہمیشہ کے لئے ہیں آپ خاتم
سوفار دوعا

جب درو سے کرتے ہیں دُعایا خدا کے
اور کھولتے ہیں پیش خدا بند قبا کے
کرتے ہیں ثنا لشکرِ اشراق کو ان کے
اشکوں میں بجھائے ہوئے سوفار دوعا کے

خدا کے شیر

کھول آنکھیں ہوش کر کہتے ہیں تجھ سے بار بار
ہم خدا کے شیر ہیں اس کی کنسار اپنی کچھار
جب تجھے معلوم ہے شیروں کے بچے شیر ہیں
”ہاتھ شیروں پر نہ ڈال لے رُو بہ زار و نزار“

خُدائی قانون

ہو گڑھے میں کوئی یا بالائے بام
یا کہیں بھی دشمن خیر الانا نام
ایک ہی قانون کے نیچے ہیں سب
ڈوٹی ہو آئتم ہو یا ہو سیکھرام

نبتِ عمران کا پسر

وہ مسیحا جو بشر تھا اور اک پینا مبر
ناصرہ کا رہنے والا نبتِ عمران کا پسر
بے پدر ہونے سے گرا اس کو خدا کیئے حسن
پھر اسے کیا کیئے ہو جس کا نہ مارنے پد

خدا تک رسائی

ہم نے مانا کہ کوئی آپ بقاء تک پہنچا
کوئی زمین میں اُٹا اُڑا کے سما تک پہنچا
یوں بھی پہنچے ہیں بہت دور پہنچنے والے
پہنچا اس شخص کو کیئے جو خدا تک پہنچا

فضلِ عمر کا دیوانہ

لذتِ دردِ فراقِ شمعِ پروانے سے پوچھ
گیرِ دایرِ بے خودی ہر شیار و مستان سے پوچھ
عظمتِ دارالامان اور شوکتِ فضلِ عمر
یا حسن سے یا کسی ایسے ہی دیوانے سے پوچھ
دُرِ مقصود

ایازوں میں مقامِ فخر سے محسود بیٹھے ہیں
نظیرِ حسن و اسانِ مصلح موعود بیٹھے ہیں
حسنِ بحرِ فکر میں تری غوطہ زنی کیسی
کہ جب سطحِ زمیں پر ہی دُرِ مقصود بیٹھے ہیں

طالب و مطلوب

ہوں گے ملن ہے کہیں ناز و ادا کے طالب
یا کہیں جور و جفا ہر و وفا کے طالب
تیری دنیا میں ہے ہر شخص کا مطلوبِ جدا
ہم تو تجھ سے ہیں فقط تیری رضا کے طالب

مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا

کسی کا دل دکھاتے وقت دل ہی دل میں ڈرجانا
اگر کوئی دکھائے دل تو ہنس کر ضبط کر جانا
یہی وہ زندگی ہے جس پر مرتے ہیں خدا والے
اسی کو موت سے پہلے حسن کہتے ہیں مرجانا

احمد نگر

خالق ارض و سما کے بادشاہ بھر دہر
تیرے بندوں پر ہے یکساں کیا سفر اور کیا حضر
ہم کو کیا تکلیف ہے نقل مکانی کے سوا
شہرِ احمر سے نکالا اور دیا احمد نگر

پردازِ طبیعت

جس نبی کے فیض کا چشمہ ہو بند
وہ نبوت فی الزمانہ ہے پسند
کیا ذہانت ہے حسن یادش بخیر
کتا پر دازِ طبیعت ہے پسند

محمود

جنہیں سنتے تھے کل موعود و موعود
انہیں اب کہتے ہیں موجود و موجود
حسن وہ کون ہیں معلوم بھی ہے
یہی فضل عمر محمود - محمود

یادش بخیر

پہلے دنیا میں اک نذیر آیا
پھر وہ یادش بخیر "فضل عمر"
جانشیں جس کا ہم ضمیر آیا
سچس و احسان کا نظیر آیا

امیر میا العین و غیر میا العین

اسے کہے ناز و خلافت بر تو بعد از زور دیں
واں یکے از نامرادی روز و شب اند و دین
در میانے تو و آن بعدیست بعدا مشرقین
تو امیر المؤمنین آل امیر المکرمین

شیخ مصری

ہم نے جس کو آبِ سمجھا در حقیقت تھا سراب
زشت روی کھل گئی چہرے سے جیسے سر کا نقاب

راب سے مصری بنی تھی پھر بنی مصری سے راب
 ایں کہ بے بنیم بہ بیداریست یا الہی یا بخواب

بین بین

اس طرف "فضل عمر" ہیں اس طرف فضل حسین
 ماہرانِ علم و حکمت دین و دانش بین بین
 شاعرانِ نکتہ سنج و شاکتین نکتہ رس
 کون سنتا ہے ہماری ط - ظ - ع - غ - خ

مولانا جلال الدین شمس

خدا کے دین کی دونوں جلال الدین نشانی ہیں
 ہے فرق اتنا کہ وہ رومی تھے اور یہ سیکھوانی ہیں

واپسی

خبر تھی جس کے آنے کی سمندر پار لندن سے
 مسیح وقت کا پہنچا وہ خدمت گار لندن سے
 یہ کہہ دو ہر گلی کو چہ میں جا کر ہر محلہ میں
 ہمارا یاد آ پہنچا "محمد یار" لندن سے

ہلّ من مزید

مختلف کھانوں کی فرمائش کرے گی تم سے عید
 ایک فرمانِ خلیفہ مانعِ ہلّ من مزید
 دین کو دنیا پر رکھنا ہے مقدم گر تمہیں
 چھوڑ دو گفت و شنید اور مت کر قطع و برید

بے آواز لاٹھی

(حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر لاٹھی سے لڑنے والے کے متعلق)
 اک بستی ایسی ہستی ہے جس ہستی کا انباز نہیں
 اور اس کے علم سے پوشیدہ کونین میں کوئی راز نہیں
 اد لاٹھی والے مت اترا۔ ہاں ڈر جا اس کی لاٹھی سے
 وہ لاٹھی ایسی لاٹھی ہے جس کی لاٹھی میں آواز نہیں

ادارہ "الفضل" کے ارکان

چشم دنیا سے یہاں بھی ظاہر و باہر بھی ہیں
 ہیں رحیم آپس میں پر کفار پر قہر بھی ہیں

صحبتِ آقا میں رہ کر سب غلامانِ نبی
صابر و شاکر بھی ہیں اور طیب و طاهر بھی ہیں

ربوۃ محمود

ربوۃ مکہ ہمارا اتنیس مقصود ہے
قادیاں دارالعلوم پھر ربوۃ محمود ہے
ربوۃ ثالث جو ہم کو حق تعالیٰ نے دیا
وہ یہی ہے نام جس کا ربوۃ محمود ہے

داتا زید کا

وہ جو سرچشمہ ہے ہر اک آس کا امید کا
ہو گیا آزاد جو قیدی ہے اس کی قید کا
کوئی بھی اس کی ربوبیت سے مستغنی نہیں
رب بکر کا بھی وہی ہے جو ہے داتا زید کا

شامت اعمال

شامتِ اعمال سے جو ہو چکے تھے پائس
میرزا کے فیض سے جب ہو گئے آسودہ حال

”ہر نواسے واکمالی“ ان کی سمجھ میں آگیا
پر یہ ظالم بھول بیٹھے ہر کمالے را زوال

جوبلی نمبر

اونی ہو اعلیٰ ہو یاد درمیاں جوبلی
جوبلی آئین دنیا کی ہے فنا جوبلی
جوبلی جس کی بنا ہو دین کے اور حسن
جوبلی وہ جوبلی ہے قادیانی جوبلی
خنجر خونخوار

ادھر ہم ہیں کہ ان کے منہ و غنوار بیٹھے ہیں
اُدھر وہ ہیں کہ کھینچے خنجر خونخوار بیٹھے ہیں
نہیں جان کر کسی کا مار دینا اپنے مذہب میں
رہا مرنا۔ سو مر جانے کو ہم تیار بیٹھے ہیں

ہدیہ تبریک الحکم

حکم تھے منطرب جس کے لئے سب شیخ و شاہ
جب ہوا شائع تو دیکھا لفظہ منیٰ و محجائب

خود نہیں کہتا حسن احمد نبی کا ہے پیام
 "قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب"
 حکم جو مدتوں سے منہ پر ڈالے تھا نقاب
 رو نما آخر ہوا محفل میں با صد آداب
 پڑھ کے عرفانی کا عرفاں جی اٹھا ہر مردہ دل
 بول اٹھا ہر زندہ دل یلے یلے کنت تراب
آدھا تیرا آدھا تیرا

عقیدے اور عمل میں جس مؤحد کے دو رنگی ہو
 حسن ایسا مؤحد آدھا تیرا ہے تیرا آدھا
 وہ لیڈر ہو دو رنگی جس کے قول و فعل کے اندر
 حسن وہ ایسا لیڈر آدھا تیرا ہے تیرا آدھا
 نبوت مان کر احمد کی جو انکار کر جائے
 حسن وہ احمدی بھی آدھا تیرا ہے تیرا آدھا

بلب قلب

بلب کا تارِ نفس بگڑے تو جل جاتا ہے بلب
 روشنی برق اس کے تن سے ہو جاتی ہے سلب

یونہی کچھ جاتی ہے اس جائیداد کی شمع حیات
 فیل ہوتا ہے کسی علت سے جس کا بلب قلب
 جب کسی صدمے سے کھو دیتا ہے صحت قلب بلب
 اس کے تن سے زندگی کی روح ہو جاتی ہے سلب
 یونہی اگر فطرت بشر کی ہو گناہوں سے خراب
 روح مر جاتی ہے ہو کتنا منور بلب قلب
تمنائے حسن

سمجھتے تھے جنہیں ہم آسماں میں
 تمنا ہے سمانے میں جہاں وہ
 زمین پر مل گئے وہ قادیان میں
 میرے مولیٰ سما جاؤں کہاں میں

احمدی بچو!

خدا رکھے تمہیں بچو۔ سراپا جوش ہو جاؤ
 اگر تم احمدی ہو احمدیت کو شش ہو جاؤ
 کرو شیروں کو شرمندہ بوقت امتحان لیکن
 جہاں ہو احتمالِ شر۔ وہاں خرگوش ہو جاؤ

نماز

اے نمازی نماز کھیل نہیں پھلے بن آب یہ وہ بیل نہیں
روکے سوکھے ترے مذکور و مجود یہ وہ تل ہیں کہ جن میں تیل نہیں

دنیا کے خطاب

بسا اوقات دنیا کے خطابوں کو زبوں دیکھا
زبوں کا زبوں تر سے بھی کچھ ان کو فزوں دیکھا
وہ سر جن کی "سری" اور سر بلندی کا نہ تھا ہمسر
حسن ایسے "سروں" کو ہم نے اکثر سرنگوں دیکھا

شاعر کی تمت

پہلے اپنی ذات کا عارفان بخش
پھر گدارے کے لئے گذران بخش
زندگی میں بخش اطمینان قلب
وقت رحلت دولت ایمان بخش

مفسدوں کی حالت زار

خود جو ہوں بے امن دیں گے غیر کو آرام خاک
جنگجو پہنچائیں گے کیا صلح کا پیغام خاک
جن کو احمد سے ہو کینہ اور حسد محمود سے

ایسے باغی مفسدوں کا ہے حسن اسلام خاک
کیوں نہ ان کے سر پہ ڈالے گردش ایام خاک

گرگ احرار اور یوسف

چاہ کنعان میں بھائی سے گمراہ یوسف
پیش قدم یعقوب سے ہر پند چھپا یا یوسف
جس نے اس وقت سے گر گول سے چھڑایا بھی
گرگ احرار کے حمہ سے بچایا یوسف

گفتار بہ احرار

نیست مثل یا مزا یا شیرواخی سا خلق
اندھے دیناے دُوں دین میں ہم با خلق
سہل باشد تا کہ بقیہ دیان ہر نفسا
یک و شہار است جہاں در نیتل انداختن

ساقی بالاقدر

محسن کو حماقت میں اناڑی سمجھا
فریاد کو مزدور پہاڑی سمجھا
مئے مجھ کو بودی ساقی بالاقدر نے
میں یادہ انگور کو تاڑی سمجھا

تین خداؤں والے

اہل تثلیث کہ تھے جھوٹی اداؤں والے
شرک و بدعت کی گھٹاٹوپ گھٹاؤں والے
وقت جب آیا تو پھر ایک خدا والے نے
کیسے مغرب کئے تین خداؤں والے

اصحابِ پیل

حملہ آور ہوئے بیت اللہ پہ چوڑی سلوں سے
ان کو برباد کیا ہم نے ابا بیلوں سے
ہم کرا سکتے ہیں چٹریوں سے تباہ بانڈوں کو
کام زینپن کا اگر چاہیں تو لیں چیلوں سے

علم بردوش ہو جاؤ

مکرستہ رہ حق میں علم بردوش ہو جاؤ
زباں تبلیغ پر کھولو سراپا جوش ہو جاؤ
مگر یہ جوش جوشِ نفس سے بالکل مبرا ہو
نہیں تو اس سے بہتر ہے حسنِ خلوت ہو جاؤ

لاہور

گرم تھا ہنگامہ ہستی فانی شور تھا
جس طرف دیکھا وہیں آبادیوں کا زور تھا
ایک دن ایسا بھی آئے گا حسنِ لاہور پر
دیکھنے والے کہیں گے یاں بھی اک لاہور تھا

گنگا جمنی اشتہار

سلسلہ کی خدمتوں کا ورد کرنا بار بار
لننہ اللہ کی سپر پر گا ہے رکھنا انحصار
پھر کبھی چینج کبھی دھکی کبھی عجز و نیاز
مشہر کا دیکھئے گا گنگا جمنی اشتہار

دل

وہ دل کہتے ہیں جس کو دل بہت کم دل سمجھتے ہیں
 کئی جس دل کے اندر سو بھرا غم دل سمجھتے ہیں
 تم اس کو دل سمجھتے ہو دھڑکتا ہے جو پسلوں
 لہو بن کر جو بہ جائے اُسے تم دل سمجھتے ہیں

ایک مرتبہ حضور نے حسن صاحب کو ازراہ شفقت
 یکصد روپیہ عنایت فرمائے۔ اس پر آپ نے یہ شعر
 کہے :-

جتنا کسی کو چاہے وہ پروردگار دے
 دس بیس دس پچاس دے تلوار دے ہزار دے
 کیونکر دے دے دل سے ترا جانشان دے
 مجھ کو دیا ہے سو تجھے داتا ہزار دے
 یہ بھی نہیں ہے دودھ کچھ اس بے نیاز دے
 اسم شمار چھوڑ کر گریبے شمار دے

طرز و ظرافت

گوجرانوالے میں

اک روز لگاتے گشت حسن جانکے گوجرانوالے میں
یہ عادت جیسے ہوتی ہے ہر وحشت کے متوالے میں
واں جا اترے اک مسجد میں قبی مسجدا فادہ مستوں کی
ہر مست ہوا تھا مستی میں تھا فرق نہ گوسے کالے میں
یارانِ طریقت مل جل کر لے بیٹھے حلقے میں مجھ کو
میں داغ تھا گویا لالے میں یا چاند گھرا تھا لالے میں
دل بیٹھ گیا پر جو نہی سنایاں فصلِ نان نہ تھی اب کے
کوئی آمد کا شائق بے موسم جانکے جوں انبالے میں
ایتنا رنجسم جگر لے تھے زنجیرِ جنس میں یوں گویا
مدیون کوئی مانوڑ ہو جیسے دائن کے دیوانے میں
جب مجھ کو دیکھا یاروں نے یوں ان کے ہوش اڑ گئے گویا
تھے تن تو گوجرانوالے میں پر رُوحیں تھیں پیالے میں
صد حیف نماز شام پڑھی اور چھوڑ گئے تہا مجھ کو
میں یوں تھا گوجرانوالے میں جوں ایرانی بنگالے میں
اللہ کے گھر میں بیٹھ گئے اک صف پر نامِ خدا لے کر
یوں پاؤں پیاسے بیٹھے تھے جوں مکاری اپنے چالے میں

جب تن پشوں نے ڈھانپ لیا جاں ڈر گئی دل بھی کانپ گیا
میں کانٹوں کی اک شال میں تھا یا سوئیوں کے دوشالے میں
یہ پھر تھے یاد دھکتی آگ کے جلتے جلتے افسر تھے
کیا آتش بھردی خاق نے اس آتش کے پر کالے میں
کچھ فادہ مستی زوروں پر کچھ آب و ہوا کیف آور تھی
بس پیٹ پر پھر باندھ لئے اور ٹالا شالے ٹالے میں
کچھ رات کے جبری روزے میں کچھ یادِ خدا میں شب گنری
کچھ گریہ میں کچھ زاری میں کچھ آہوں میں کچھ نالے میں
سب رات کے جھگے آنکھ پھراک اک کر کے مسجد میں
جب صبح نے چابی آن لگائی رات کے کالے تالے میں
پران کا آنا ایسا تھا کر مجھ سے کوئی سچ پوچھے
جوں سکھ فرنگی لڑتے لڑتے پہنچے قبلانوالے میں
کچھ نصرت ابنِ ناصر نے کچھ مرزا عزیز احمد نے کی
جب چارہ پیٹ میں جا پہنچا تب نبض چلی گوسالے میں
گورنج و الم تو بھول چکا پر اب بھی تصور کہتا ہے
کچھ سوتح سمجھ کر جانے والے جائیں گوجرانوالے میں

رضائی کی ہیئت کذائی

تھی چو لبائے کی دشمن وہ رضائی لے لی
 اور چوڑائی سے گویا ہی پائی لے لی
 اے موصو تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں
 ایک تصویر میں یہ تیری صفائی لے لی
 ایسا موزوں قد و قامت تو نہ دیکھا نہ سنا
 کبھی آنکھوں کبھی سینہ سے لگائی لے لی
 بارِ پنبہ سے بچانے کو نزاکت بھری
 پھر سلامتی کی یہ اعجاز نہائی لے لی
 چپقلش جاڑے سے جب رات کو اپنی ہوگی
 انگڑائی کبھی لی گاہے جمائی لے لی
 یوں رضائی کی محبت میں ہوئے سودائی
 ہم رضائی کے ہیں محسنوں تو رضائی لیلی
 قیس مجنوں تھا پھر انجمن میں مارے مارے
 ہم نے گھر بیٹھے ہی پنجاب میں پائی لیلی
 سنی جو نہی کہ صدائے جبریں ناقہ لیلی
 وہیں محسنوں نے پکارا کہ وہ آئی لیلی

ہم رضائی سے خفا اور رضائی ہم سے
 بات بنتی نہ تھی پر ہم نے بنائی لے لی
 برق و باراں کی تکالیف سے بچنے کے لئے
 ہم یہ سمجھیں گے کہ امسال چٹائی لے لی
 کبھی اس نے ہمیں اوڑھا کبھی ہم نے اس کو
 وہ ہماری تھی تو ہم اس کے فدائی لے لی
 وقت تکلیف پڑھا کرتے ہیں انا رلتد
 ہم نے الحمد پڑھی سر پہ جو آئی لے لی
 "آسمان بار امانت تو انست کشید"
 میں وہ انساں تھا کہ تنہا ہی اٹھائی لے لی
 گرچہ مانوس نہ تھی ہم سے رضائی لیکن
 تھی گوارا نہ ہمیں اس کی جھڑائی لے لی
 یہ طبیعت کی تھی تیزی کہ بھری محفل میں
 اپنے ذمے یہ اکیلے نے بُرائی لے لی
 عہد پیری میں یہ شوخی پہ شہادت تو بہ
 یہ رضائی نہ ہوئی سر پہ خدائی لے لی
 شکر نعمت میں فروزی کی تھی اُمید حسن
 ہم نے راضی بہ رضا ہو کے رضائی لے لی

میرا تولیہ

میرے تن کی جان میرا تولیہ
راحتِ روح رواں میرے لئے
عدل کی تھا کان میرا تولیہ
مجھ سے سچ پوچھو تو میری جان تھا
زیب ترکستان میرا تولیہ
محر بندوستان میرا تولیہ
تھا مودب اور حاضر باش بھی
مقی نہ اس میں عادتِ آوارگی
صبح جا کر شام آتا کس طرح
کر چکے قیمتِ ادا جب - تولیہ
تولیہ پر سی کو آئے ہیں رفیق
ہونا ہی تھا ایک دن اچھا ہوا
گھر کا ملک تھا مگر ٹھہرا فقط
کس طرح دارالہماں سے بہہ گیا
انجن والوں نے شاید کر دیا
یا کروں اعلان میں فاروقی میں

ملے ایک انجاء جس کے حضرت جبرائیل علی صاحب کے ایڈیٹر تھے۔

تولیہ میرا نہ تیرا تولیہ
خوب دیتے داد گرسنتے حسن
دولت رحماں - میرا تولیہ
حضرت حساں - میرا تولیہ
غم سے ہو جائے نہ مایوس لیا
اسے خدا مل جائے میرا تولیہ

ٹکیہ صابن کی

تالاب کنارے روتی تھی کل بٹیا اک بیراگن کی
جب ظالم کا گائے بھاگا بن پوچھے ٹکیہ صابن کی
سر نہٹے پیار بہتہ تھی اور کاگا کا لاکھنتی تھی
اک ہاتھ سے تھامے دامن تھی اک ہاتھ میں ٹہنی جان کی
تھے بال بھی لت پت صابن میں پوشاک بھی تن نازک سی
تھا ابر میں سورج تھی پنہاں اور تہ ہوا تھی بھاگن کی
بیابان تھی بے کس بے بس تھی حیراں پریشاں سرگڑاں
یوں نین برستے جاتے تھے جوں کھارے ساون کی
پر مٹھان بنے یہاں تھا وہ اک ٹکڑہ ریت پریشوں میں
اس ٹکڑہ کی ٹہنی ٹہنی پر آباد تھی لنگا راون کی
کہتی تھی ٹکیہ دے میری اور لے آئیں اس باپن کی
سکھ باس ہو تیرے بچوں کا اور خیر ہو تیری کاگن کی

ناگاہ زمیں پہ گری ٹکیہ دکھیا نے لپک کر ہاتھ میں ل
یوں خوش تھی جیسے ہاتھ لگی ہو چھٹیا بچھڑے جن کی
جب غسل میں تھے مصروف حسن کچھ لو نہی طبیعت آجوگی
یہ نظم زباں پر جاری تھی اور ہاتھ میں ٹکیہ صابن کی

لیڈیان ہند

لیڈیان ہند جب کونسل کی ممبر ہو گئیں
تقدتھیں پہلے تو اب قنبر مکر ہو گئیں
ان کے دل میں اب سروں کی منزلت ہو کس طرح
جب سروں کے فیضِ محبت سے وہ خود سر ہو گئیں
برقع پر تو کر چکی ہیں اچھا خاصا کنٹرول
اب گزٹ ہو گا کہ ڈیٹھ پر بھی گورنر ہو گئیں
جیسے فیش کے آپ ٹوڈیٹ سانچہ میں ڈھلیں
کچھ شلت پہ مربع کچھ مدور ہو گئیں
سرکشی سے اُن کی گھر گھر سر ہوئے ہیں سرنگوں
سر ہوئے ہیں میڈمیں اور میڈمیں سر ہو گئیں
بس حسن خاموش رہ در نہ قیامت آئے گی
گر کہیں دوچار بھی آپے سے باہر ہو گئیں

افضل حق و مظہر علی

زباں بد گوئی پر جس کی چلی ہو
بدی کے گویا سانچے میں ڈھلی ہو
بڑا بکتے انہیں آتی نہیں شرم
کوئی رستہ ہو کوچہ یا گلی ہو
وہ ڈرتی کیا کسی کے شور و غل سے
بوٹھٹیا روں کے گھربتی پٹی ہو
حسن! ایسوں سے بہتر ہے کنارہ
وہ افضل حق ہو یا مظہر علی ہو

پھولی کا شاعر

لگا دے نشترِ فتنہ سے بزمِ امن کو ٹیکہ
کوئی باریک بین بھانپے نہ سمجھے عقل موٹی کا
کہ یہ پستلا کھری نیت کا مالک ہے کہ کھوٹی کا

نہ ہو سامانِ پوشش جب نہ بند و بست روٹی کا
نہ تن پر جب رہے کپڑا نہ ٹکڑا پاس روٹی کا

تو پھر یہ بد گہر ڈاکو کائی قوم کی کوٹے
یہ اس شاعر کا حلیہ ہے جسے کہتے ہیں چوٹی کا

آپ کیا ہیں

یہ مانا بڑے انڈی پنڈنٹ ہیں آپ
نہ روکے روکے وہ کرنٹ ہیں آپ
چراغِ رُخ پارلیمنٹ ہیں آپ
ریاست کے اعلیٰ ریزنڈنٹ ہیں آپ
وطن اور اہل وطن سے ہیں غافل
تو پھر بے وفاسنٹ پرسنٹ ہیں آپ

فارغ نشین

سخت جاں کچھ کر کے ایل ایل۔ بی پیڈر بن گئے
اور کچھ سیسی مسلسل کر کے ریڈر بن گئے
پروہ سب سے بڑھ گئے فارغ نشین جو دوڑ کر
جاگئے احسار میں اور فٹ سے لیڈر بن گئے

حسن نظامی

حسن نظامی ہے بے تاب درد ملی سے
جناب گاندھی کی بیعت ہے شیخ چلی سے
ادھر ہیں مہینے ادھر مالوتی و پرمانند
یہی تھے پانچوں جہ آئے سوار دلی سے

وہاٹ پیپر

جس کو نیپلن میں سمجھا تھا وہ کاٹ نکلا
نکس قدر ویک میری آنکھ کا ساٹ نکلا
جو یہ کہتا تھا کہ ہو ہند میں راج ہندو کا
اُس کی قسمت کا جو پیپر تھا وہ وہاٹ نکلا

پہچو ہدیری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

سیاسی کونسلوں میں ایک کونسل اتحادی ہے
جہاں سب کے لئے گویا عدالت اعتمادی ہے
سنا ہے یک سیکس میں ندادی ہے یہ ہاتھ
ظفر اللہ والوں کی قدم بوسی کی عادی ہے

سراقبہ

واہ کیا شان ہے تری بھوپال اور بھی ہو بلند جاہ و جلال
تادم نہایت پائیں گے تجھ سے پانصد ماہوار "سراقبہ"

مرغ کی چوری

(اللہ بخش سٹیم پریس کا مرغ چوری ہونے پر)

مطبع سے اللہ بخش کے یہ اٹھ رہا ہے شور

مرغ حلالی کھاگ کوئی حرام خور

مرحوم کی وفات پر روتے ہیں زار زار

تیر-بیر-فاختہ زاغ و زغن چکور

منہ نوحی ہے راندپیا کے فراق میں

اہل جفا کے سامنے چلتا نہیں ہے زور

کہتی ہے بار بار کہ اس چور کو خدا

دے قید کی سزا بھی تو قید عبور شور

اس دزد بے حیا کو پکڑ لوں میں ناک سے

میری مدد کو آئے اگر قادیان کی کور

دور ہے حسن کو اب سے یہ مرغان بانگ زن

لکڑوں کڑوں کو چھوڑ کر چلتی ہیں چور چور

ڈاڑھی

وہ ڈاڑھی شریعت میں جسے سنتے تھے مقبول
اس ریش میں کچھ عرض تھا کچھ طول بھی معقول

معقول کی جب بحث سے نکل ہوئی منقول

ماضی میں تو معروف تھی پر حال میں مجہول

مجہول پر حجام نے کی دست درازی

آئینہ دکھا کر کیا معمول سے محمول

جس چہرہ پر لب ریش مقطع نظر آئے

کہتے ہیں اُسے ریش منڈے آتا ہے وہ فول

فیشن کی حفاظت نے اُسے کر دیا برباد

جو بات بھی وہ ہے کھٹیف مٹا سکول

میاؤں

وہ بتی جل چکے جس کے تھے پاؤں

مٹی جس کو ہمارے گھر میں چھاؤں

حسن اب وہ ہمارے گھر کی بتی

ہمیں کرنے لگی خسر خسر میاؤں

ریڈیو

حق میں گر کر دپڑ جائے تو فوراً کھانس دو
 کو فتنہ مزدور بے چارے کو لینے سانس دو
 ریڈیو لینے کی گر سر میں سا جائے ہوا
 ریڈیو لینے سے پہلے لیجئے گا بانس دو
کالیجیٹس کے متعلق

بڑے خوش بخت ہیں وہ جو فنا فی العلم رہتے ہیں
 جوانی کی بھیستی میں فنا فی الحکم رہتے ہیں
 مگر ان میں سے وہ نازنین کالج نشین لونڈے
 فنا فی الحکم دن کو شب فنا فی الحکم رہتے ہیں

کالیجیٹ گرلز

فروتنی نہ ہی عجز و نیاز مانگیں گی
 خدا کا خوف نہ سوز و گداز مانگیں گی
 یہی ہوائے چمن ہے تو لڑکیاں تو خیز
 جہیز میں بھی ہوائی جہاز مانگیں گی

بانکے سنوریا

لاہور کی ایک سڑک پر کسی کو ڈھونڈ کر ایک گیت گاتے ہوئے
 سُن کر فی البدیہہ یہ اشعار کہے :-
 جفاکش سخت جال رکھتے نہیں گوان کے سستے ہیں
 جبل ہو دشت و صحرا ہو خشک یا کوہ و دریا بہ
 دلائیں گے وہ کیونکر مادر بھارت کو آزادی
 نہال پر جن کے روز و شب میرے بانکے سنوریا ہو

گڈ ٹائٹ

غسل ہے بے کارجب تک لکس و سنلارٹ نہ ہو
 تکیہ ہے آزاد جس پر نقش گڈ ٹائٹ نہ ہو
 کالرو فلٹائی میٹھی مانگ یہ سب کچھ درست
 رُخ پہ گر چشمہ نہ ہو سا یہ بھی رابٹ نہ ہو

لاٹ صاحب کی کوٹھی پر گورن کا پہرہ دیکھ کر

جناب لاٹ کی کوٹھی پہ ہم گئے دلی
 تو ایک دستہ مسلح تھا بد نہادوں کا
 سنا تو کرتے تھے لیکن بچہ خود دیکھا
 حلال زادوں پہ پہرہ مزادوں کا

انتیس کا چاند

بوسکی کی شرٹ ہو شلوار ہو کٹ پیس کی
اور دوپٹے کی ملل کم سے کم چھینٹیں کی
ہاں ہلال عید سے کہہ دے کوئی جا کر حسن
گیا بگڑتا ہے تراگر عید ہو انتیس کی

مال روڈ پر ایک نظارہ دیکھ کر

آنکھ کا کان کا خدا حافظ مال پر جان کا خدا حافظ
ناگہاں ایک متقی بولے دین و ایمان کا خدا حافظ

حسرت کی داد

شکوہ ہے نصیب کا نہ قسمت کا بگلا ہے
مل جاتا ہے جو کچھ کہ مقتدر میں لکھا ہے
پر تجھ سے دُعا ہے تو حسن کی یہ دُعا ہے
یارب اگر ان کردہ گنہ ہوں کی سزا ہے
نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی اُلے داد
جنت بھی ہو آباد گنہ گار بھی ہوں شاد

بیابان کی روٹی

(ایک عورت میں شرکت پر جب آپ سے کچھ سنانے کی فرمائش کی گئی)
ہم گئے کھانے بیابان کی روٹی

سورہ ٹوپی تھی ہاتھ میں سوٹی
چند چاول تھے بن کی چوٹی پر
وحسد لا شریک تھی بوٹی

ذکاوتِ حسن

کیا بتاؤں ستیا کس کس نے
صبح کو اُس نے شام کو اس نے
جو کمی رہ گئی وہ پوری کی!
گھر کی لونڈی ذکاوتِ حسن نے

چارہ گر کا مل

علاج دروہ دل چارہ گر کا مل سے ملتا ہے
تڑپنا پھڑپھڑانا لوٹنا بسل سے ملتا ہے
حسن ڈھونڈے تو مل جاتی ہے دنیا بھی نئی لیکن
میری جاں بچا ہننے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

(۲)

رُنجِ سوشن ترا مانا مہِ کامل سے ہلتا ہے
تمازت میں غمِ رہتا باں حسن کے دل سے ہلتا ہے
یہ ہلتی جھلتی چیزیں ہلتے جھلتے بل ہی جاتی ہیں
ہری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ہلتا ہے

(۳)

محبت کا مزا ملتا ہے جب دل دل سے ہلتا ہے
مگر مشکل تو یہ ہے دل بڑی مشکل سے ہلتا ہے
مراجی چاہتا ہے کاٹ لوں تیرا لبِ لعلیں
کروں کیا بس نہیں چلتا مرا اک دانت ہلتا ہے

قصور

سر عبدالقادر کی فرمائش پر ایک فضل منقذہ قصور شہر میں

یہ فی البدیہہ اشارہ کی گئے

مانوس ہیں گناہوں سے تقویٰ سے دور ہیں
اس پر حریصِ جنت و غلامِ دُحور ہیں
یوں بخش دے تو بات جدا ہے وگرنہ ہم
مستوجبِ سزا ہیں کہ اہلِ قصور ہیں

گلابی ساڑھی

وہ جو تھی گاڑھے پسینے کی کمائی گاڑھی
دے کے کچھ قرض میں قارض کے چھڑائی دارھی
جو بچی باقی میاں لائے ہیں بی بی کے لئے
اک جگر دوزخیا سوز گلابی ساڑھی

غلامِ نبیؐ

چھلک رہا ہے یہاں صبح و شام جامِ نبیؐ
سنایا جاتا ہے ہر دم یہاں کلامِ نبیؐ
حسنِ مقامِ تعجب ہے جائے حیرت ہے
نبیؐ کے خلق سے بے پرہ ہو غلامِ نبیؐ

اظہارِ حقیقت

وہ مشتاق ہیں ویلوٹ و جارِ جٹ کے
ہیں محتاجِ ہم کبسل و کارِ پیٹ کے
حسنِ اُن سے لیس کی توقع عبث ہے
جو عادی ہوں تو نہ ناٹ اور فارِ گیت کے

ONCE MORE

دُش موز

جب عیاں ہوتا ہے محفل پر مری نظموں کا اندر
 دم بدم اٹھتا ہے ہر جانب جسے سینوں کا شور
 سَم کرائی آوٹ۔ ویل ڈن قنیک یو اینڈ ایکسٹنٹ
 سَم ادریس شاعر ما زندہ باشی دُش موز

حقیقی سربلندی

نتیجہ خیز کار آمد حقیقی تو وہی ہوگی
 عنایت جو خدا کی بارگاہ سے سربلندی ہو
 وگرنہ سربلندی لغو و نقلی ہوگی یوں جیسے
 دولتے تو سمرقندی ہوں ٹوٹا یا قندی ہو

لستی

اگر خوشی کا غلبہ ہو تو گئی پی
 اگر بے غم مستانی ہو تو ٹی پی
 کچھ ان چیزوں پہ خورج آئے گا تیرا
 اگر تو چاہے مل جائے لستی تو فری پی

سائبان

جمعہ کے روز مسجد کو بغیر سائبان دیکھ کر
 تو اگر مہسربان ہو جائے نادر بھی گلستان ہو جائے
 دھوپ ہے تیز لے مرے تیراچ اب یہی سائبان ہو جائے

محرم راز

نے رفیقے زیار دم سازے نے اینے نہ محرم رازے
 زن و فرزند چوں شود مردار کرگساں اندر گرد شہبازے

زندوں کا قبرستان

جلسہ سیالکوٹ کے موقع پر جبکہ آپ کو مسجد کی محراب میں
 پھر مل نے ستایا اور باقی لوگ باہر صحن میں بے خبر سو
 رہے تھے آپ نے چند شعر فی البدیہہ کہے :-
 شب خدا کے گھر میں اندھیرے کا اک طوفان تھا
 یہ اندھیرا آپ اپنے آپ پر جیسا تھا
 ملت بھر شاعر رہا محراب میں معصوم حبیب
 بندہ مدظل ادا مرقعہ اور ادا مرقعہ

زندہ مردے قبر سے باہر تھے بے غسل و کفن
یہ خدا کا گھر تھا یا زندوں کا قبرستان

موتِ نوجوان

دورِ حاضر کے موتِ نوجوان صنفِ نازک کے مکمل ہم عناں
از پئے تقلیدِ آئینِ زمان پاتے ہیں سیلون میں آرامِ جاں

کامل ارادت

بدلتے دیکھتے ہیں باہم کشید کے حالات
دُعا سے ملتے ہیں اکثر وعید کے حالات
نہ ہو جو پیر سے کامل ارادت و اخلاص
تو اچھے ہو نہیں سکتے مرید کے حالات

لعنت کے پلندے

پسند آتے نہ تھے جن کو پسندے
مرغن ہندے اور نہ بے کے چندے
پسندوں ہندوں پسندوں کے عوض اب
انہیں ملتے ہیں لعنت کے پلندے

شعر غالب

تھیں بناتِ اللعش گردِ دل دن کو پردے میں نہاں
شب کو اُن کے جی میں کیا آیا کہ عسریاں ہو گئیں

گرہ از حسن

بڑھ گئیں اُن سے بھی لیکن یہ زمینی بیٹیاں
وہ ہوئیں تھیں شب کو اور یہ دن کو عریاں ہو گئیں

”بر باد کر کے خاک میں ہم کو ملا دیا“

کسی نوجوان کے مندرجہ بالا مصرع پڑھنے پر فی البدیہہ
یہ تفسیر کی :-

اسلام کا تو پہلے ہی سب کچھ بھلا دیا
چہرے پہ اک نشان تھا وہ بھی مٹا دیا
تصویرِ خود بگاڑی مصوّر پہ ہے گلا
بر باد کر کے خاک میں ہم کو ملا دیا

اذان

موذن کی اذان سن کر نمازی دوڑ کر آئے یہاں ہے کچھ ہاں ہے کچھ خدا کے گھر کے سمسائے
موذن کیا بڑا تھکیرا کریں بھی کہ دیتا رادھری علی الماء اذہری علی الشاء
مراد (چائے)

اخلاق کالج

بخت لے آیا جن کو کالج میں گرچہ ایم اے ہوئے ہیں نالچ میں
خلق سے ایسے ماری ہیں جیسے ہو گرفتار کوئی نالچ میں
پاؤں

مجھے کل مل گئے تیار ستو عزیز از جان بر خور دار ستو
مگر ایسے ہوئے بیزار مجھ سے کہ آخر کر گئے بیمار ستو

مہندی

کٹی۔ کچلی گئی۔ پیسی۔ چھنی۔ بھیلگی۔ گندھی مہندی
جب اتنے دکھ تھے تب اس کے پاؤں میں لگی مہندی

مسجد کی خالی ٹوٹیاں دیکھ کر

آبشاریں۔ نہریں۔ دریا۔ چشمہ و تالاب دیکھ
پھر خدا کے گھر میں آکر ٹوٹیاں بے آب دیکھ

اس وقت بابا نواب دین موذن تھے۔
وہاں غیر ممکن ہے پانی کہیں ہو
جہاں ساقی قوم نواب دیں ہو

پکڑیاں کھلانے پر

نہ چھوٹی ہے نہ لمبی ہے نہ چوڑی
نگوڑی چٹ پٹی خستہ پکڑی
نہ پوچھو تیزی رفتار اس کی
نہاں پہ رکھتے ہی معدومیں دوڑی

جگر کو شراب نے مارا

سب سے پہلے تو چشم عاشق کو
دل خانہ خراب کو ذرا پس
تیغ ابرو سے پنج کے جو بھی گرا
تیغ ابرو کی آب نے مارا
سب کو معلوم ہے کہ مر حب کو
چاہ غنغ کے آب نے مارا
شیخ کی ریش کی سپیدی کو
کس طرح بوتراب نے مارا
مرنے والوں میں پھر حسن کو بھی
جرمنی کے خضاب نے مارا
سب کو مارا جگر کے شعروں نے
خوفِ روزِ حساب نے مارا
اور جگر کو شراب نے مارا

حافظ عبدالرحمن صاحب شاپوری دکاندار

کے دودھ پلانے پر

دودھ جس کو مانتے ہیں سب غذا کے بہترین
اور جس کی شان میں ہے سائفا بشارِ بین
دورِ شیریں شیرِ خالص ہم قلاتند نفیس
ہست پیشِ عبدالرحمان لا تکتہن من ممتزین

بڑا بول

کل مجھ سے ایک لیڈر احرار نے کہا
آساں نہیں ہے فتح تو دشوار بھی نہیں
پنجاب کے ہیں احمدی چھپن ہزار کل
اور لطف یہ ہے واقف پیکار بھی نہیں
سارے جہاں کی قوموں سے ہے ان کی چپقلش
ان منجھلوں کا کوئی مددگار بھی نہیں
تیر و تفت و توپ سے ٹھانی ہے جنگ کی
اور حال یہ ہے ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
ناداں بگاڑ بیٹھے ہیں حکامِ وقت سے
پہچانتے زمانے کی رفتاری بھی نہیں
بات اس کی سن کے میں نے کہا اس کو بس خموش
تم کو تو کچھ سلیقہ گفتار بھی نہیں
یہ کیا کہا! کہ حامی ہمارا نہیں کوئی؟
ناداں تو نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں
ناٹاں ہماری پشت پر وہ پادشاہ ہے
یہ مونیہ جس کے وار کی اک مار بھی نہیں

تیر و تنگ و توپ سب اس کے غلام ہیں
تکوار کیا ڈراتی ہمیں نار بھی نہیں
عمود کا کمال سیاست یہی تو ہے
لڑتا ہے اور ماتحت میں تکوار بھی نہیں

ایک دفعہ حضرت نواب محمد علی خان دہلوی نے اپنی ایک دختر فیک اختر
کے میٹرک میں کامیاب ہونے پر بعض احباب کی اپنے باغ میں ٹی پارٹی
کی تقریب کی حسن صاحب رہتاسی بھی عین موقعہ پر بن بلائے جہاں
کی طرح گھومتے ہوئے کہیں سے آنکلی۔ حضرت نواب صاحب کی
اچانک ان پر نظر پڑی تو آپ نے فرمایا حسن صاحب آپ آئے
ہیں ذرا اپنے کلام سے حاضرین کو غفلت فرما دیں۔ چنانچہ حسن صاحب
نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہا:-

بڑھے ہیں جانبِ محفل قدم اٹھائے ہوئے
ہم اپنے پیٹ کی خاطر ہیں آپ آئے ہوئے
وہ اور تھے جو یہ کہتے تھے اگلے وقتوں میں
خدا کے گھر بھی نہ جائیں گے بن بلائے ہوئے

خضاب میں گذری

کچھ شراب و کباب میں گذری
کچھ حساب و کتاب میں گذری
عہد طفلی سے بے خبر ہیں ہم
باقی ماندہ خضاب میں گذری

ایک پارٹی میں ماسٹر بی کام صاحب کو مدعو کیا گیا۔ وہ بعارضہ زکام
بیزار تھے۔ چنانچہ حسن صاحب بھی زکام میں مبتلا ہو گئے۔ اس پر آپ نے
فی البدیہہ کہا:-

دیدارِ عام ماسٹر بی کام "وے گئے
اور جاتے جاتے تحفہ زکام "وے گئے

مولوی ابوالعطاء جالندھری کے متعلق

قنوجی ہو کوئی کالجسری ہو
کسی کا دلین یا پانڈی چسری ہو
کسی کی گل نہیں سکتی دیاں دال
جہاں علامہ جالندھری ہو

۱۹۰۸ء میں خاں آف زیدہ کو مخاطب کر کے ذیل کے اشعار کہے

میں نہیں کہتا کہ میں تیرے علم داروں میں ہوں؟
اسے شہ انصاف تیرے کفش برداروں میں ہوں
ہے سر خدمت مرے سر میں سرور جسم و جاں
بے سرو سامان مجھ تیرے سرداروں میں ہوں
گو تجھے معلوم ہے لیکن بطور عرض حال
ان دنوں سردار مری بستہ برداروں میں ہوں

ایک جلسہ کی تقریب کے اختتام پر حسن صاحب سے کچھ سنانے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہا:-
مجھ کو اخیر وقت دیا نظم کے لئے
شایان نہ تھا ضرور میں اس بزم کے لئے
ناراض ہوں نہ آپ تو میں اتنا پوچھ لوں
ملا تھا میں کہ مجھ کو رکھا غم کے لئے

ایک مرتبہ یونیورسٹی ہال لاہور میں سر عبدالقادر کی صدارت میں بزم مشاعرہ گرم تھی۔ مشاہیر شعراء میں سے کوئی بھی سامعین کی ہائے ہنوس میں اپنا رنگ نہ جلا سکا۔ سر عبدالقادر نے حسن صاحب کو بلایا آپ نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہا جس سے تمام ہال تحسین و آفرین سے گونج اٹھا۔

کچھ تو اس بزم میں ہیں شائقِ قال
اور کچھ طالبِ حقیقتِ حال
بیچ کو آئی شاعروں کی ٹیم!
مجھ کو پھینکا گیا "ٹرائل ہال"

شاعری

حق و حکمت دین و دانش سے جوڑ ہے شاعری
نعل ہے۔ یا قوت ہے۔ نایاب دُر ہے شاعر
اور اگر ان خمریوں سے ہے تہی دامن تو پھر
صوبتِ خمر شاعر ہے، اور گدڑ شتر ہے شاعری

سر شہاب الدین کی ایک محفل میں موجودگی پر حسن صاحب
نے فی البدیہہ کہا :-

محفل احباب میں کچھ سرہیں کچھ بے سرہیں ہیں
کچھ نرسہ نریں کچھ مادہ نواسے نرہیں ہیں

مرزا گل محمد رئیس قادیان کا میں بیٹھے ہوئے اپنے چند ساتھیوں
کے ساتھ شکار کھیلنے جا رہے تھے حسن صاحب ایک پان والے
کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا گل محمد کو مخاطب کر کے کہا :-

جا رہے ہیں کار میں بہر شکار
گل ہیں ان میں ایک باقی سب ہیں خار

(مرزا صاحب نے بطور انعام پانچ روپے دئے)۔

جہلم میں ایک دودھ والے کی دوکان پر دودھ پینے گئے۔ اس نے دودھ
خوب بالائی ڈال کر دیا جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ چاندنی رات تھی
جب دودھ پنی چکے تو سرد اور لذت کے ساتھ طبیعت میں جہلمی پیدا ہوئی
دودھ والے سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا چراغ حسن صاحب نے فی البدیہہ کہا
چاند آسمان پر ہے زمیں پر چراغ ہے
دونوں کو دیکھ دیکھ کے دل باغ باغ ہے

جب مرزا گل محمد صاحب کے دوسری شادی کرنے پر اولاد
ہوئی تو کہا :-

میری دعا یہی ہے حسن حشر تک نہ ہو
مرزا نظام دین کے گھر کا چسراغ گل

حسن صاحب محلہ دارالفضل میں رہا کرتے تھے اور اکثر شمس الدین صاحب
فیضہ ساز (دارالفضل) کے مکان پر آکر حقہ پیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ
ان کے مکان پر دستک دی تو جواب ملا کہ وہ امرتسر گئے ہیں۔ اسی
وقت دروازہ پر چپاک سے ذیل کا شعر لکھ ڈالا :-
کسی کو تیرے مارا کسی کو مارا مٹکے نے
بہت قسمت کے ماروں کو حسن مارا ہے حقے نے

حسن صاحب چوہدری ظفر اللہ خان کی کوٹھی گئے اور ذیل کا شعر
لکھ کر اندر بھیجا :-

آپ ہیں سر اور میں ہوں دروہ
چھوڑ کر سر دروہ سرجائے کوہ

صبح کشتی ہے تیسرے ٹیکے پر
رات بسمل کے گرم حقے پر

غلام نبی کی بھینس

میدان کی - پہاڑ کی خشکی تری کی بھینس
کچھ غم نہیں مرے جو کہیں بھی کسی کی بھینس
کیونکہ نہ سو گوار ہو بھینسوں کا خاندان
جب کتوج کر گئی ہو غلام نبی کی بھینس

شہداء الملک حکیم محمد حسن قرشی نے حق صاحب کو کچھ کیلے
دئے لیکن کیلے ذرا سخت جان تھے - آپ نے اس پر
فی البدیہہ کہا :-

سخت جان کیلا جو کھایا ہم نے مجبوری کے ساتھ
سینچنے کا اس کو ماء اللحم انگوری کے ساتھ

ایک نوجوان کے دریافت کرنے پر کہ آپ کے کتنے
بھائی ہیں -

وحدہ لا شریک کے بندے
وحدہ لا شریک ہوتے ہیں

حسن رہتا سی صاحب کو ایک مرتبہ اتفاق سے دلی عمارت پر ایک
کی حفاظت کے لئے ایک صاحب کو چھوڑ گئے - جس نے ان کے
گھر پر ہاتھ صاف کر دیئے - ذیل کے اشعار ان واقعہ کے
آئینہ دار ہیں -

ایک بڑھیا نے پکائی کھیر سی
وہ گئی باہر تو کتا کھا گیا
میں گیا دلی تو پیچھے میں اگلی
قادیان کا ایک بلا کھا گیا

پاس مذہب کا : کچھ دین کی پابندی ہے
بھڑ تو مسلم ہے مگر چہرہ دیاندی ہے

از خبیث بدگراؤتیں یہودی مدار
جو علی نہ نوشت نہ قانون - ماء اللحم مار

خوش بشیر ہو خوش رنگ ہو - خوش قسم ہو چائے
لب ریز ہو - لب سوز ہو لب بستہ ہو چائے

حسن کھالتے ہیں مل جائے جو بھی
ٹھانڈا ہو کہ آلو ہو کہ گو بھی

نہ کدو نہ توری نہ تر مائیت ہوں
تیری خیر شام و سحر مائیتا ہوں

چریدہ کچھ پریدہ کچھ رمیدہ کچھ دیدہ ہے
ہے داڑھی یا شجاع آباد کا نگر کیہ ہے

کارِ رفتہ

زمانہ جانتا ہے۔ میں حسن اک کارِ رفتہ ہوں
روان میں مرے آبِ دل بھی ہیں جو ہر بھی
مرے ہاتھوں میں کلیاں ہوں کہ کانٹے سب برابر ہیں
سخن کش بھی سخن گو بھی سخن داں بھی سخن ور بھی
عالی مقام

مریض ناتواں کا حال سمجھایا نہیں جاتا
ہر اک سعی دوا و مدعا سے رنج ہوتا ہے
میں اب عالی مقاموں کے درویش کیوں جاؤں
بتوں کے سامنے ذکرِ خدا سے رنج ہوتا ہے

متفرقات

جن کی صورت میں بے حیائی ہو اور سیرت میں بے وفائی ہو
کیسے احمق ہیں جن کا ایسوں پر دل گیا ہو طبیعت آئی ہو

وہ جو تھا باشندہ رہتا اس شاعر مر گیا
جس کی تھی پرواز ملکوں تک وہ طائر مر گیا

اک نگاہ لطف ہو جائے تو بیڑا پار ہے
ورنہ بے چہرہ شکستہ ناؤ اب منجھار ہے

صاف باندھے جب کھڑے ہوں نمازی حصیر پر
سجدے میں ہوں نگاہ تو ایڑی لکیر پر

دیدہ عبرت نگاہ

اس بُتِ خود سرنے والے سر پہ جُوت فرش پر گُرسی پہ اور بستر پہ جُوت
جب ہوا نایت کہ ہیں غدارِ قوم قوم سے کھانے لگے مہر پہ جُوت

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

(ایک دوکاندار کی فرمائش پر)

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ
آنے والو جانے والو

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

یا سمجھو اک رنگل ہے

اس نے ریلا اُس نے پیلا

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

یہاں سے ہیں سب جانے والے

کیا گرو کیا اس کا چیلہ

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

کھیل کھیل کے آخر مارا

جو بھی اس بازی کو کھیلا

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

دم آئے تو آدم آدم

بے دم آئے آدم بے دم

کھاپی۔ دے کچھ راہِ خدا میں

روٹی کپڑا پیشہ دھبہ

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

جارے میں چاء گرم تو پی تھی

گرمی میں سخ بوتل بھی پنی

دو۔ دسٹرکنگ اور جگر

رہبری۔ یمن روز اور کیلا

دُنیا ہے کوئی دم کا میلہ

میلوں میں

کھیلو جائز مفید کھیلوں میں

احدیت دکھاؤ جیلوں میں

گر سمجھتے ہو لغو کے اغراض

بھول کر بھی نہ جاؤ میلوں میں

میٹھ میدانی کہ سگ را چیت غوغا با گدا

منع سے سازد کہ جسز حق برادر دیگر مرو

جوانی لاکھ مردہ ہو جوانی پھر جوانی ہے

بڑھاپا لاکھ زندہ ہو بڑھاپا پھر بڑھاپا ہے

۱۹۳۱ء میں جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود
سے ملے شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ قادیان تشریف لائے۔ اس موقع پر ایک
تقریب میں حسن رہنمائی کی ایک نظم میرے کلاس فیسو محترم خواجہ
عبدالغفار دار سابق مدیر اصلاح سرینگر نے خوش الحانی سے پڑھی جس کا ایک
شعر حاصل ہو سکا ہے

چنان شد شہرہ بے امنی کشمیر در دنیا
کہ در دارالامان بہر تلاش امن شیر آمد

کلام حسن

قبول عام ہے گرچہ حسن کلام ترا
صبا کے دوش پہ مانا کہ ہے پیام ترا
میا ہے کام تو سارا طالع نے مگر
ہوا ہے مہمت میں بدنام یونہی نام ترا

بہ انگشت عصا پیری اشارت مے کند مارا
کہ مرگ اینجاست، یا اینجاست یا اینجاست یا اینجاست

بقرب و رود ملک شیر محمد خان صاحب،
انسپر جنرل شفا خانہ جات پنجاب مقام گوجر خاں ملتان

نکھڑا ہوا سارنگ رنج مددگار ہے
گرچہ خزاں کا دور ہے گلشن میں آجل
گل پر اگر ہزار ہے سو جان سے نثار
صوفی ہے صومعہ میں اگر بخود کر حق
آمد کسی جواں کی گجر خان میں ہے آج
گجر کے ساتھ خان کا الحاق مرحبا
میدان پرفنا میں لب سترک ہستال
دارالشفاء کا آئے ہیں کرتے معائنہ
کیونکر کرے نہ ناز شفا خانہ آپ پر
اعلان زبرد و عمر کا محتاج یہ نہیں
ہر وقت اس پر حمت اللہ کا ہے نزول
خوش خلق نیک خوئے معالج عیلم بھی
ایک لیڈی ڈاکٹر ہے زمانہ طبیب بھی
ڈپنسرو ڈسپنسرو مال و آب دار

آب و ہوائے دھرمی کیا خوشگوار ہے
آمد کسی کی مژدہ فصل بہار ہے
گل بھی ہزار جاں سے نثار ہزار ہے
مشغول شغل وقت رز بادہ خوار ہے
ایسا جواں کہ بخت و رنجیتار ہے
ایجاد پوشو مار کا یہ شہکار ہے
ادوار و گرد حلقہ بند کہسار ہے
مولا کی بخش جن پہ برس از شمار ہے
اللہ کی رحمتوں کا بندھا استپار ہے
یہ اپنی نیک نامی کا آپ اشتہار ہے
گویا نشان رحمت پروردگار ہے
کامل ہے اپنے فن میں توہ شعلار ہے
خاموش ہے بشریف ہے اور ہنار ہے
جس کو بھی دیکھئے گا بڑا ہوشیار ہے

بیمار ہے ہے ہیں دل وہاں سے صفا
 القصد ہسپتال کی یہ شان دیکھ کر
 ہاں وہ ملک کہ جس سے گورانی کا نام ہے
 اللہ سے بزم شیر محمد کا کرو نہ
 بیچ پر چھٹے تو شیر محمد کے سامنے
 ان غویوں کو چھوڑ کے بھی یہ بڑا غم
 جاگیر کا خیال نہ خلعت کی آرزو
 ہاں اتنی عرض کرتا ہے شاعر سے حضور
 ضائع کرے نہ کوئی بزرگوں کا نیک نام
 باقی کا نام دنیا میں جب رہ گیا برا
 روئے زمین پہ پتھر آئے چلے گئے
 متاک و جم کہاں ہیں ہلا کو کہ ہر گیس
 آئی ندایہ طغرل و سحر کی قبر سے
 مروجہ ہے وہ شقی کہ جو فاضل ہے ہیں

اچھا ہے یا بُرا ہے فرض کچھ بھی ہے حسن
 تیری رہنمائے قلب کا امیدوار ہے

آہیں کہتا ساتھ ہی تیمار دار ہے
 ثابت ہوا کہ ایک ملک پر ملا ہے
 سنجیدہ ہے ذہین ہے عالی وقار ہے
 دشمن کا دن بھی خوف تیرے ریکت بار ہے
 گرگ و دیگ و فیل کا کیا اعتبار ہے
 اک مرد متقی کی بڑی یادگار ہے
 حاضر ہوا اسلام کو یہ خاکسار ہے
 یہ گرو دار فانی و ناپائیدار ہے
 گر اپنی نیک نامی کا امیدوار ہے
 کیا فائدہ سرائے اگر زرنکار ہے
 رستم کہاں ہے دیکھئے کہاں سفندیار ہے
 جس کی لحد میں مار کہیں سو سمار ہے
 موتس ہے کوئی اپنا نہ ہی غلگسار ہے
 زندہ ہے وہ سعید کہ جو دیندار ہے